مسئلہِ جِنّ

طبع ثانی

ادارہ بلاغ القرآن ۱۱۰۔ این سمن آباد لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مسئلۂ جنّ

جنّوں کا عوامی تصوّر

• واضح رہے کہ ترقی یافتہ ممالک میں جنّ نامی کسی مخلوق کا وجود تسلیم نہیں کیا جاتا! البتہ پسماندہ ممالک خصوصاً پاک و ہند میں یہ مانا گیا ہے کہ ایک نہ دکھائی دینے والی مخلوق ہمارے اردگرد موجود ہے جسکی خوراک ہڈیاں کوئلے لید اور گوبر ہے۔ جب کوئی نوجوان لڑکی اُٹھے باورچی خانہ میں تھی یا پیشاب کرنے کی تیاری کر رہی ہوتی ہے تو اُس وقت تو وہ لوگ اُسے منع نہیں کرتے کہ بی بی! یہ ہمارا باورچی خانہ ہے مگر جب وہ تھی پیشاب کر دیتی ہے تو پھر ان میں سے کوئی جنّ اُسے چمٹ جاتا ہے۔ وہ دھڑام سے گر پڑتی ہے اور اوٹ پٹانگ باتیں کرنا شروع کر دیتی ہے پھر یہ ہوتا ہے کہ جنّ نکالنے والے مولوی اور پیر صاحبان کی خدمات حاصل کیجاتی ہیں مگر جب وہ حضرات اُس لڑکی کو پڑھاتے ہیں تو عوامی تصور یہ ہے کہ اُس وقت اُن سے وہ لڑکی نہیں بول رہی ہوتی، بلکہ اُسکی بجائے کوئی بوٹے خاں، لیکھرام یا پرتاب سنگھ نامی جنّ بول رہا ہوتا ہے۔ جب پیر صاحب اُسے کہتے ہیں تو اس لڑکی کو چھوڑ کر چلا جا۔ تو وہ یہ شرط پیش کرتا ہے کہ اس لڑکی کی شادی جب تک فلاں نوجوان سے نہ کردو گے میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا۔

• ایسی بیوقوف مخلوق جب کوئی انسان اُنکے باورچی خانے میں پیشاب کرنے لگتا ہے تو اُسوقت تو اُسے منع نہیں کرتے۔ اور جب کر لیتا ہے تو اُسے چمٹ جاتے ہیں۔ معاذ اللہ استغفر اللہ! کیا یہ حماقت کی انتہا نہیں؟

پھر یہ کہ :-

• بعض پیر حضرات یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اُن کے قبضہ میں جنّ ہے۔ اور چونکہ عوامی تصور کے مطابق جنّوں کو غیب دان مانا گیا ہے۔ اِسلئے جنّ پر قابض پیر صاحب ہر جمعرات کو اپنے مقبوضہ جنّ کو اپنے اندر حاضر کرتے ہیں اور سادہ لوح جاہل عوام کو غیب کی خبریں بتانے کا روبار شروع کر دیتے ہیں کہ تیری چوری کرنے والی خود تمہاری بہو ہے۔ اگر کوئی آدمی لمبا بیمار ہو تو اُسے بتاتے ہیں کہ تجھے تیری ہونیوالی ساس نے کچا مسان کھلا دیا ہے یا تیری چچی یا تائی نے تجھے تعویذ ڈالے ہوئے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

پھر مشہور یہ ہے کہ :-

• جنّوں میں یہ طاقت ہے کہ لاہور میں بیٹھے بیٹھے ہاتھ بڑھا کر کشمیر کے شالا مار باغ سے سیب توڑ کر لا دیتے ہیں چشم زدن میں لاہور سے کراچی اور کراچی سے لندن پہنچ جاتے ہیں۔ پھر یہ کہ وہ شکلیں بدل لیتے ہیں۔ جنّ سے آدمی آدمی سے گھوڑا اور گھوڑے سے مکھی مچھر بن کر اُڑ جاتے ہیں۔

جنّوں کے مسئلہ کا دو لفظی جواب یہ ہے

• قرآن مجید میں ایسے بیوقوف غیب دان۔ نوجوان لڑکے لڑکیوں کو چمٹ جانیوالے، ہاتھ بڑھا کر کشمیر سے سیب توڑ سکنے والے اور شکلیں بدلنے والے جنّوں کا مطلقاً کوئی ذکر موجود نہیں۔ قرآن مجید کی رُو سے مسئلہ جنّ کی حقیقت تو آگے چل کر اپنے مقام پر نمایاں کی جائیگی۔ کہ جنّ انسانوں سے الگ کوئی مخلوق موجود نہیں ہے۔ سب سے پہلے جنّوں سے متعلقہ مذکورہ بالا عوامی تصور کا ابطال ضروری ہے۔

جنّ حضرت سلیمانؑ کے ہاں کام کرتے تھے

• سورۂ سبا میں مذکور ہے :- وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ

وَمَنْ يَّزِغْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ [2] وَتَمَاثِيْلَ [3] وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ $\frac{34}{12 - 13}$ = اور جنوں میں سے اُس (سلیمانؑ) کے آگے (اس کے رب کے قانون کے مطابق کام کرتے تھے) اور اُن میں سے جو کوئی ہمارے حکم کی نافرمانی کرتا یعنی جو بغاوت پھیلاتا۔ اُسے ہم دردناک عذاب کا مزہ چکھاتے۔ وہ اُس (سلیمانؑ) کیلئے جو وہ چاہتا تھا بناتے تھے۔ جنگی اوزار، جنگی نقشے اور فوجی ضرورت کیلئے تالابوں جتنے بڑے بڑے پانی کے ٹینک اور فوجوں کا کھانا پکانے کے لئے اتنی بڑی بڑی دیگیں جو ایک ہی جگہ پڑی رہتی تھیں۔

● ۲۔ مَحَارِیْبَ جمع ہے مِحْرَاب کی۔ یہ مادہ ح۔ ر۔ ب حَرْب سے ہے بمعنی جنگ۔ اور مِحراب بروزن مِفعال اسم بمعنی جنگ کے اوزار ہے۔ اس سے آگے یہ لفظ محراب فوجی عمارتوں یعنی قلعوں اور سرحدی چوکیوں کے علاوہ ہر شاندار عمارت، محلوں، دیوانخانوں اور مسجدوں کیلئے بھی استعمال ہونے لگا۔ لفظ محراب فی الحقیقت مادہ حرب سے اسم آلہ ہے بمعنی جنگی اوزار۔

● ۳۔ تماثیل کا معنی یہاں پر مُورت نہیں بلکہ کلام کے سیاق و سباق کے مطابق جنگی نقشے ہے۔

جنّ نہ غیر مرئی ہیں کہ فوراً غائب ہو جائیں اور نہ شکلیں بدل کر مکھی مچھر بنکر غائب ہو سکتے ہیں

● مذکورہ جنوں کے متعلق بتایا گیا ہے کہ اُن میں سے جو کوئی سرکشی کرتا یعنی جو بغاوت پھیلاتا اُسے دردناک عذاب کا مزہ چکھایا جاتا۔ سورہ صٓ میں اس عذاب کی یہ تفصیل بتائی گئی ہے:۔ وَاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ $\frac{38}{38}$ = اور اُن میں سے دوسرے یعنی سرکش اور باغی جن زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جن نہ فوراً غائب ہو سکتے ہیں اور نہ شکل بدل سکتے ہیں۔ کیونکہ صاف ظاہر ہے کہ اگر جن مذکورہ بالا اوصاف کے حامل ہوں تو کسطرح زنجیروں میں جکڑے رہ سکتے تھے ورنہ فوراً غائب ہو جاتے اور یا مکھی مچھر بنکر زنجیروں میں سے نکل جاتے۔

جنّ غیب دان بھی نہیں

● سورۂ سبا ہی میں آیا ہے کہ:۔ جب حضرت سلیمان فوت ہو گئے تو آپ کی وفات کی خبر کو سیاسی ضروریات کے مطابق کچھ عرصہ کیلئے پوشیدہ رکھا گیا تو جب ان جنوں کو آنحضرتؑ کی وفات کی خبر ہوئی زنجیروں میں جکڑے ہوئے جنوں کے متعلق ارشاد ہوا ہے: لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝ $\frac{34}{14}$ = اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو رسوا کن عذاب میں نہ رہتے۔ یعنی حضرت سلیمانؑ کی اچانک وفات کی بدولت جب ابھی حکومت کی گرفت ڈھیلی تھی تو قیدی جنوں کے ساتھی ملک کے سرکش عناصر کے ساتھ مل کر بغاوت کرا دیتے اور اپنے ساتھیوں کو آزاد کرا لیتے نہیں:۔

ایک لمحۂ فکریہ

● مندرجہ بالا قرآنی دلائلِ قاطعہ کے مطابق جب ثابت ہو چکا کہ جن نہ غیر مرئی ہیں۔ نہ شکلیں بدل سکتے ہیں اور نہ ہی وہ غیب دان ہیں تو جنوں کو قرآنی فیصلے کے خلاف غیب دان ظاہر کر کے اپنی دکانداریوں کو چمکانے والوں اور ان کے دامِ فریب کا شکار ہونیوالوں کیلئے لازم ہے کہ کم از کم ایک لمحہ بھر کے لئے ہی غور و فکر کی زحمت گوارا فرمائیں کہ جنوں کے متعلق غیر مرئی، غیب دان اور لاہور سے ہاتھ بڑھا کر کشمیر کے باغ سے سیب توڑ لانے کا تصور کس آسمان سے ٹپک پڑا ہے؟

لفظ جنّ کی لغوی تحقیق

● برادرانِ عزیز! یہاں تک تو جنوں کے متعلق عوامی نظریات کو قرآن کریم کی روشنی میں جانچا

پھٹک کر سرتاپا غلط اور محض توہمات کا پلندہ ثابت کیا گیا ہے۔ اب اس عنوان پر سیر حاصل علمی بحث شروع کی جاتی ہے جس سے کھل کر عیاں ہو جائیگا کہ جن، انسانوں ہی کے اندر موجود ہیں الگ موہومہ اور مزعومہ جنوں کا وجود تک اس کرۂ ارض پر موجود نہیں۔ جو مخلوق نوعِ آدم سے پہلے لوگوں کی آگ سے پیدا کیگئی تھی وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۔ ۲۷/۱۵ وہ ختم ہو چکی۔ نوعِ آدم اُس کی خلف ہے اور وہ اسکی سلف تھی۔

● واضح رہے کہ لفظ جن کا سہ حرفی مادہ ہے ج-ن-ن = جنن۔ اس مادہ کا بنیادی معنی ہے چھپالینا۔ اس مادہ کے ان بنیادی معنوں کے لحاظ سے پوشیدہ ہونے یا چھپ جانیوالی چیزوں پر اسی مادہ کے مشتقات بولے جاتے ہیں مثلاً جیسے سورۂ انعام میں آیا ہے فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ ۔ ۷۶/۶ = جب رات نے اُسے چھپالیا۔ اس پر اندھیرا کر دیا۔

جُنَّۃٌ ● ۱۶/۵۸ میں اسی مادہ جنن سے لفظ جُنَّۃٌ آیا ہے جس کا معنی ہے ڈھال۔ ڈھال کا کام ہے چھپالینا۔ یعنی جسم کے جس حصے پر تلوار کی ضرب پڑ رہی ہو ڈھال اُسے چھپا کر دشمن کے وار سے بچالیتی ہے۔

جَنَّۃٌ ● لفظ جنت بھی اسی مادہ جنن سے مشتق ہے۔ عربی زبان میں عام باغ کو حدیقہ کہا جاتا ہے۔ مگر جنت اُس باغ کو کہتے ہیں جس کی زمین یا تو سبزے کیساتھ ڈھکی ہوئی ہو۔ اور یا اُسکے درخت اتنے گھنے ہوں کہ اُس کی ساری زمین درختوں کے سائے میں ڈھک جائے۔

مَجْنُوْنٌ ● لفظ مجنون بھی اسی مادہ جنن سے ہے۔ مجنون کہتے ہیں پاگل کو جس کے شعور کو کسی دماغی بیماری نے چھپالیا ہو، ڈھانپ لیا ہو۔ قرآن مجید میں یہ لفظ ۶/۱۵ + ۲۷/۲۶ میں آیا ہے۔

جَنِیْنٌ ● کسی بھی بچے جننے والی مادہ کا بچہ جبتک کہ وہ ماں کے پیٹ میں پوشیدہ رہتا ہے یعنی چھپا ہوا ہوتا ہے، اُسوقت تک اُسے جنین کہا جاتا ہے۔ یہ لفظ قرآن مجید میں جمع کے صیغے میں بایں الفاظ آیا ہے۔

● هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۳۲/۵۳ = وہ اللہ تمہاری اُس حالت کو بھی جانتا ہے جب تمہیں اُس نے زمین سے پیدا کیا اور اُس حالت کو بھی جانتا ہے کہ جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بصورتِ جنین پوشیدہ ہوتے ہو۔ لفظ جنین بھی اسی مادہ جنن سے مشتق ہے۔

جَآنٌّ ● سانپ جس کی عموماً حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتا ہے، چھپ جاتا ہے اُسے بھی اسی مادہ جنن سے جانّ کہتے ہیں۔ یہ لفظ قرآن مجید میں سورۂ نمل اور قصص میں عصائے موسیٰ کیلئے بطور تشبیہ آیا ہے:۔ كَاَنَّهَا جَآنٌّ ۱۰/۲۷ + ۳۱/۲۸۔

دیہات کے رہنے والے جن ● جسطرح سانپ کی اس صورت کی رُو سے کہ وہ ظاہر ہوتا اور چھپ جاتا ہے، اُسے جانّ کہا جاتا ہے اسیطرح عربوں کے ہاں دیہاتیوں کو بھی اسی مادہ جنن سے لفظ جن کیساتھ ظاہر کیا جاتا ہے۔ چونکہ صحرائی اور بدوی لوگوں کی حالت بھی یہ تھی کہ وہ شہروں میں گاہے گاہے دکھائی دیتے تھے اور سودا سلف خرید کر غائب ہو جاتے تھے، زمانۂ نزولِ قرآن میں موجودہ زمانے جیسے ذرائع رسل و رسائل موجود نہ تھے کہ دیہاتی لوگ روزانہ شہروں میں پائے جاتے ہیں۔ بلکہ وہ کبھی کبھار آتے اور چلے جاتے تھے۔ ظاہر ہوتے اور چھپ جاتے تھے۔ یعنی شہر میں آئے تو ظاہر ہو گئے، چلے گئے تو پوشیدہ ہو

گئے۔ اسلئے انہیں بھی اسی مادہ جنن سے جن کہا جاتا ہے۔ یہودی جنّوں یعنی یہودی دیہاتیوں کے متعلق سُورہ احقاف میں آیا ہے:۔

● وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ $\frac{46}{29}$ = اور وہ وقت قابلِ ذکر ہے جب اے رسولؐ! ہم آپ کے پاس جنّوں کی ایک جماعت کو پھیر کر لائے کہ وہ قرآن سنتے تھے۔

● فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا $\frac{46}{29}$ = پھر جب وہ حاضر ہوئے تو آپس میں ایکدوسرے کو کہا کہ خاموشی کیساتھ سُنو۔

● فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ٥ = پھر جب درسِ قرآن ختم ہوگیا تو وہ اپنی قوم کیطرف چلے گئے اور وہ انہیں تبلیغ کرنے لگے۔

● قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ $\frac{46}{30}$ اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ بیشک ہمنے ایک کتاب سُنی ہے جو موسٰی کے بعد نازل ہُوئی ہے، جو سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ اور سچے اور سیدھے راستے کیطرف راہنمائی کرتی ہے۔

یہودی جن

● آیات بالا سے صراحتاً عیاں ہے کہ یہ لوگ یہودی بدوی (دیہاتی) تھے۔ جنہوں نے آنحضور خاتم النبیینؐ سلامٌ علیہ سے قرآن کریم سُنا اور اپنی قوم میں جا کر انہیں یہ کہا کہ حضرت موسٰی کی کتاب میں جس کتاب کے نازل ہونے کی خبر دی گئی تھی وہ نازل ہوچکی ہے۔ دیکھئے! ان دیہاتی یہودیوں کو بھی اسلئے جن کہا گیا ہے کہ وہ شہروں میں آتے اور چلے جاتے تھے۔ یعنی ظاہر ہوتے اور چھپ جاتے تھے۔ وہ یہودی انسان ہی تھے، کیونکہ حضرتِ موسٰیؑ انسانوں کے نبی رسولؑ تھے۔ آپ کسی غیر انسانی مخلوق کے رسولؑ ہرگز نہیں تھے۔

حضرت سلیمانؑ کے ہاں کام کرنیوالے غیر ملکی ماہرین جن

● اسیطرح اس مضمون کے صفحہ ۳ پر حضرت سلیمانؑ کے ہاں کام کرنیوالے جن جنّوں کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے، وہ بھی نہ غیر مرئی (نہ دکھائی دینے والی) مخلوق تھی۔ نہ وہ غیب دان تھے نہ شکلیں بدلکر اور سکتی مچھر بنکر زنجیروں میں سے نکل جانیوالے تھے اور نہ ہی ہاتھ بڑھا کر کشمیر کے شالامار باغ سے سیب توڑ لانیوالے تھے۔ ان میں سے سرکش اور باغی جنّوں کو حضرت سلیمانؑ نے زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔ واضح رہے کہ انہیں بھی جن اسلئے کہا گیا ہے کہ وہ غیر ملکی ماہر جن تھے، جو اپنے بادشاہ کی اجازت (پرمٹ) کے ساتھ حکومتِ سلیمانی میں آتے تھے۔ شرط یہ تھی کہ وہ حکومتِ سلیمانی میں سرکشی اور بغاوت نہیں پھیلائیں گے۔ اب چونکہ وہ لوگ جب آتے تو ظاہر ہوتے اور جب چلے جاتے تو غائب ہوجاتے۔ چھپ جاتے تھے۔ اس لئے انہیں بھی $\frac{46}{29}$ میں مذکور بدوی اور صحرائی یہودیوں کی طرح جن کہا گیا ہے۔ وہ حضرت سلیمانؑ کے لئے جنگی اوزار، نقشے، تالابوں جتنے بڑے بڑے پانی کے ٹینک اور ایک ہی جگہ پر پڑی رہنے والی بڑی بڑی دیگیں بنانیوالے غیر ملکی ماہر تھے $\frac{34}{12-13}$۔

کیا آگ کی مخلوق دکھائی نہیں دیتی؟

العجب! العجب! العجب!

● یہ ایک عجیب و غریب نظریہ چل رہا ہے، جسے صرف عوامی نظریہ ہی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہ چیز علمی اور دینی حلقوں میں بھی یکساں مسلّم ہے کہ مٹی سے بنے ہوئے انسان تو دکھائی دیتے ہیں، مگر آگ سے بنی ہوئی مخلوق جن دکھائی نہیں دیتے۔ العجب! ثم العجب!

آیا سورج دکھائی نہیں دیتا؟ کیا یہ غیر مرئی ہے؟

• واضح رہے کہ کسی آتشیں مخلوق کو غیر مرئی قرار [illegible] سورج کو [illegible] اور غیر مرئی کہنے کے مصداق ہے۔ نوع [illegible] مٹی [illegible] میں سے پیدا کیئی [illegible] جب یہ مٹی کی مخلوق غیر مرئی نہیں تو آگ کی مخلوق کسطرح غیر مرئی (نہ دکھائی دینے والی) ہو سکتی [illegible] مٹی سے کہیں زیادہ تابندہ درخشندہ تیز ہے۔

ایک تجرباتی ثبوت

• کیا آتشی مخلوق غیر مرئی ہو سکتی ہے؟ اسکے لئے ذیل کا عملی تجربہ خود کیجئے گا:— ایک ہی حجم کا مٹی کا ڈھیلا اور آگ کا انگارہ لیجئے۔ پہلے مٹی کے ڈھیلے کو کسی مکان کی منڈیر پر رکھکر اسکی سیدھ میں پیچھے ہٹتے چلے جائیے۔ یہاں تک کہ آپ اُس ڈھیلے سے اتنی دور چلے جائیں کہ وہ ڈھیلا دکھائی دینا بند ہو جائے۔ اب اُسی منڈیر پر اسی حجم کا ایک آگ کا انگارہ رکھ دیجئے اور اُسی مقام سے اُسے دیکھئے جہاں سے مٹی کا ڈھیلا دکھائی دینا بند ہو گیا تھا۔ آپ دیکھیں گے کہ آگ کا انگارہ اُس مقام سے انتہائی نمایاں انداز کیساتھ چمکتا ہُوا دکھائی دیگا۔ افسوس ہے کہ آگ جیسی درخشندہ چیز کو نہ دکھائی دینے والی، غیر مرئی قرار دے رکھا ہے۔ العجب! ثم العجب!

ایٹم غیر مرئی ہے لیکن غیر محسوس نہیں

• ترقی یافتہ ممالک کے باشندے۔ جو عقل و بصیرت سے کام لیتے ہیں، وہ کسی غیر مرئی مخلوق جن کے قائل نہیں۔ کیوں؟ اسلئے کہ انہوں نے ایٹم جیسی غیر مرئی چیز کو نہ صرف معلوم کر لیا ہے۔ بلکہ اُس پر تصرّف بھی حاصل کر چکے ہیں۔ ایٹم اگرچہ غیر مرئی ذرّہ ہے لیکن غیر محسوس نہیں۔ ایٹمی ری ایکٹر کام کرتے دکھائی دیتے ہیں، جن کے ذریعے کارخانے چلتے ہیں۔ فصلیں پیدا کیجاتی ہیں، بجلی گھر کام کرتے ہیں۔ یہ ہے غیر مرئی ایٹم کا کام۔ مگر غیر مرئی جنّوں کا کام صرف یہ ہے کہ وہ کسی مکان میں اینٹیں پھینکنا شروع کر دیتے ہیں۔ کسی کے پڑے پڑے کپڑوں میں آگ لگا دیتے ہیں کسی کے مکان میں مٹی گرا دیتے ہیں۔ العیاذُ باللہ! —— لیکن جب ان عجیب و غریب چیستانی خبروں کے پردہ اُٹھتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ مذکورہ مکان میں اینٹیں پھینکنے والے خود انسان تھے کسی کے کپڑوں کو آگ لگا دینا انسان ہی کی کارستانی تھی کہ اُس نے اُن میں فاسفورس وغیرہ کی قسم کا کوئی آتشگیر مادہ رکھدیا جس سے خود بخود آگ بھڑک اُٹھی۔

جنّ روپے دے جاتے ہیں

• بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ فلاں عورت یا فلاں چھوکرے پر جنّ عاشق ہے وہ اُسے نوٹ دے جاتا ہے افسوس ہے کہ اس پر بھی کبھی عقل و بصیرت سے کام لیکر غور نہیں کیا جاتا کہ نوٹ نہ درختوں کیساتھ لگتے ہیں اور نہ کھیتوں میں اُگتے ہیں کہ جنّ صاحب درختوں سے توڑ کر یا کھیتوں سے اکھاڑ کر لے آتے ہوں۔ نوٹ چھپتے ہیں ٹکسال میں اور موجود ہوتے ہیں بنکوں میں، تجوریوں میں صندوقوں، سوٹ کیسوں یا انسانوں کی جیبوں میں۔ ہم لوگ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ جنّ صاحب، کیا لوگوں کے روپے چرا کر اپنا شوقِ معاشقہ پورا کرتے ہیں؟ فاعتبروا یا اولی الابصار ۵۹/۲۔

المختصر

• ہم موہوم مظنونہ جنّوں کے تخلیق نظریہ کے مطابق عقل و بصیرت سے کام لینے کی اتنی سی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے کہ جب مٹی سے پیدا کئے گئے انسان دکھائی دیتے ہیں تو آگ سے پیدا کیگئی مخلوق جن کیوں دکھائی نہیں دیتے؟ اسکا صاف اور سادہ جواب یہ ہے کہ اگر ناری مخلوق کہیں موجود ہو تو دکھائی دے۔ جو مخلوق نار السموم سے پیدا کیگئی تھی وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ
۱۵/۲۷ وہ نوعِ آدم کی پیدائش سے پہلے ہی ختم ہو چکی ہوئی ہے۔ اگر موجود ہوتی تو مٹی کی مخلوق سے آگ کی مخلوق زیادہ نمایاں دکھائی دیتی۔

کیا جنوں کی خوراک ہڈیاں، لید گوبر اور کوئلے ہے؟

● پیچھے ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن مجید میں جن جنوں کی موجودگی کا ذکر کیا گیا ہے وہ انسانوں سے الگ کوئی اور نوع ہرگز نہیں، انسانوں ہی کے مختلف گروہوں کو قرآن مجید میں جن کہا گیا ہے۔ اسکے ثبوت کیلئے کتب روایات کے دعوے ہوئے اس نظریئے پر غور فرمائیں کہ جنوں کی خوراک ہڈیاں، لید، گوبر اور کوئلے ہے۔ مگر قرآن بتاتا ہے کہ جس طرح انسان گندم۔ جو۔ جوار۔ باجرہ۔ مکی۔ چاول چنے وغیرہ اجناس اور انگور کھجور انار وغیرہ میوہ جات کھاتے ہیں اسیطرح عین مساوی انداز کیساتھ جن بھی گندم۔ جو جوار۔ باجرہ مکی۔ چاول چنے وغیرہ اجناس استعمال کرتے ہیں۔ اور انگور کھجور انار وغیرہ جملہ میوہ جات کھاتے ہیں۔

● سورہ الرحمن میں جن وانسان۔ شہری اور صحرائی۔ مدنی اور بدوی۔ دونوں قسموں کے انسانوں کو مخاطب کرکے پورے اکتیس ۳۱ مرتبہ ارشاد ہوا ہے :۔

● فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ = اے جن وانسان! تم دونوں اپنے پروردگار کی کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ اور اسطرح ۳۱ مرتبہ کے تکرار کثیر کیساتھ جن وانس، دونوں پر جن نعمتوں کا احسان جتایا گیا ہے اُن میں سرفہرست یہ ہیں :۔

● فِیْهَا فَاکِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَکْمَامِ ۝ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّیْحَانُ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ ۵۵ / ۱۱ تا ۱۳ = اس زمین میں (تم دونوں کیلئے) ہر قسم کے میوے ہیں۔ گچھوں والی کھجوریں ہیں۔ اور ہر قسم کے بھس والے دانے (اناج) ہیں اور ہر قسم کے پھول ہیں۔ پھر اے جن وانس تم دونوں اپنے پروردگار کی (ان نعمتوں میں سے) کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

● ان ۳ آیات مجیدہ میں فَاکِهَةٌ کی تنوین میں جملہ اقسام کے میوہ جات شامل ہیں۔ اور وَالنَّخْلُ اور وَالْحَبُّ کے الف لام میں ہر قسم کے دانے، گندم۔ جو۔ جوار۔ باجرہ۔ مکی۔ چاول چنے وغیرہ جملہ اجناسِ ارضی کو جن وانس کی مشترکہ خوراک بتایا گیا ہے۔ نیز اسی سورت مجیدہ میں آگے چلکر ۵۵ / ۶۸-۶۹ میں پھر ارشاد ہوا ہے :۔

● فِیْهِمَا فَاکِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ ۵۵ / ۶۸-۶۹ = اس زمین میں (تم دونوں کیلئے ہر قسم کے) میوے ہیں کھجوریں اور انار ہیں۔ پھر اے جن وانس تم دونوں اپنے پروردگار کی ان نعمتوں میں سے کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

جنوں کو عطاء انگور و کھجور جتانے کا کیا مطلب؟

● اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر مذکورہ جنوں کی خوراک ہڈیاں۔ لید گوبر اور کوئلے ہے، یعنی وہ مذکورہ بالا نعمتیں کھاتے ہی نہیں تو لید گوبر کھانیوالوں کو کھجوروں، انگوروں اور اناروں جیسے نفیس میوہ جات عطا کرنے کا احسان جتانے کا کیا مطلب؟۔ اور جب وہ گندم چاول وغیرہ نفیس ترین نعمتیں کھاتے ہی نہیں تو ہڈیاں اور کوئلے کھانیوالوں پر چاولوں اور گندم جیسی نفیس اجناس عطا کرنے کا احسان دھرنے کی غرض؟

● **برادرانِ عزیز!** مذکورہ بالا قرآنی دلائل قاطعہ کے مقابلے پر روایتی توہمات کی ہرگز کوئی قدر و قیمت نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ۳۱ مرتبہ کے تکرار کثیر کے ساتھ رَبِّکُمَا اور تُکَذِّبٰنِ کے تثنیہ کے دو تکراری صیغوں کے ساتھ جن وانسان دونوں کو مخاطب کر کے اعلانِ عام کر رکھا ہے۔ کہ زمین و آسمان کی سب نعمتیں، میوہ جات، غلہ جات اور ہر قسم کے پھول، جن وانس دونوں استعمال کر رہے ہیں۔ تو ایک مومن باللہ کے لئے اس سے مجال انکار نہیں ہو سکتی۔ ارشادِ باری صد فیصد صحیح ہے کہ کھجور۔ انگور۔ انار وغیرہ جملہ میوہ جات اور گندم۔ جو۔ جوار۔ باجرہ۔ مکی۔ چاول۔ چنے وغیرہ جملہ غلہ جات جن وانس دونوں کھا رہے ہیں!

جنوں کے کھیت اور باغات کونسے ہیں؟

• اب جبکہ قرآنی شہادت کے مطابق ثابت ہو چکا کہ زمین پر موجود جنوں کی خوراک ہڈیاں کوئلے اور لید گوبر نہیں۔ بلکہ ان کی خوراک بھی وہی ہے جو انسان کی ہے۔ تو اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر بفرض محال روایات کے بنائے ہوئے غیر مرئی چیتانی جنوں کا وجود کرہ ارض پر موجود ہے۔ جن کی خوراک قرآنی شہادت کے مطابق ہر قسم کے میوہ جات اور غلہ جات ہے $\frac{55}{11\text{-}12\text{-}13}$ تو ان غیر مرئی جنوں کے میووں کے باغات اور غلوں کے کھیت کون سے ہیں اور کہاں ہیں؟ کیا پورے کرہ ارض پر کہیں بھی جنوں کا کوئی رقبہ، باغوں اور کھیتوں کا پایا جاتا ہے جس میں ہل تو چل رہے دکھائی دیتے ہوں مگر ہل چلانیوالا نظر نہ آتا ہو۔ پانی کا رہٹ چل رہا ہو۔ بیل کنوئیں کھینچ رہے ہوں مگر بیلوں کو ہانکنے والا دکھائی نہ دیتا ہو۔ جب ایک کھیت پانی کے ساتھ بھر جائے تو دوسرے کھیت کی طرف پانی کا رخ مڑتا ہوا تو دکھائی دیتا ہو۔ مگر ایک کھیت سے کاٹ کر دوسرے کھیت میں پانی لگانیوالا کوئی چیتانی جن نظر نہ آتا ہو؟۔

• ظاہر ہے کہ ان تمام سوالوں کا جواب نفی کے سوا ہرگز کوئی نہیں۔ تو پھر دوپہر کے سورج کی طرح ثابت ہوا کہ قرآن کریم خصوصاً سورۃ الرحمٰن میں مذکور جن، انسانوں ہی کا ایک حصہ ہیں جو شبانہ روز باغوں کے میوے اور کھیتوں کے غلے کھا رہے ہیں اور ان کی نسلیں کرۂ ارض پر ہر چہار طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ اور یہ وہی جن ہیں جن کے متعلق پیچھے وضاحتاً بیان کیا جا چکا ہے کہ:۔

دیہاتی لوگ جن ہیں

• کیونکہ مادہ جنن کے بنیادی معنوں کے مطابق یہ شہری لوگوں سے چھپے رہتے ہیں۔ زمانہ رسالت میں کبھی کبھار شہر میں آتے تو ظاہر ہوتے، چلے جاتے تو غائب ہو جاتے، پوشیدہ ہو جاتے $\frac{9\text{-}6}{25\text{-}30}$ ۔

غیر ملکی لوگ جن ہیں

• کیونکہ یہ لوگ مادہ جنن کے بنیادی معنوں کے مطابق دوسرے ملک میں جاتے تو ظاہر ہوتے ہیں۔ مگر جب اپنے ملک و دیس چلے جاتے ہیں تو پھر غائب اور پوشیدہ ہو جاتے ہیں $\frac{24}{12\text{-}13}$ ۔

جن و انسان ایک ہی جنس سے متعلق ہیں

• سورۃ الرحمٰن میں جہاں:۔ جن و انس کو خوراک اور تمام دوسری ضروریات زندگی میں مساوی طور پر شریک بتایا گیا ہے وہاں اس امر کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے کہ یہ ایک ہی جنس ہیں جیسے کہ آخرت کی جنتی زندگی کے متعلق ارشاد ہوا ہے کہ اخروی زندگی میں اہل جنت کی سب بیویاں نیک اور موافق مزاج ہوں گی:۔ فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ $\frac{55}{70\text{-}71}$ اس سے آگے ہے:۔

• حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ $\frac{55}{72\text{-}73}$ = وہ پاکیزہ عورتیں باغات کے خیموں میں مقیم ہوں گی پس اے جن و انسان تم اپنے پروردگار کی مذکورہ نعمتوں میں سے کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے ۔۔۔ اس سے آگے فرمایا:۔

• لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ $\frac{55}{74\text{-}75}$ = ان پاکیزہ عورتوں کو اس سے پہلے کسی انسان اور جن نے مس نہ کیا ہوگا۔ پس تم دونوں اے جن و انس، اپنے پروردگار کی کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے ۔۔۔ زندگی میں پاکیزہ اور موافق مزاج ساتھی بھی واقعتہ ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ اب روشنی تقاضا ہے کے مطابق، اگر مذکورہ جن و انسان دو الگ الگ جنسیں اور دو الگ الگ نوعیں ہیں تو ان کی زندگی کے ساتھی بھی الگ الگ ہونے لازمی ہیں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے دونوں کے جوڑوں کو واحد نوع ارشاد فرمایا ہے تو اس سے یہ حقیقت واضح ہے کہ قرآن کریم میں مذکور جن و انس واحد النوع ہیں۔ فرق صرف گروہ، جنس کی حد

خود قرآنِ کریم نے دی ہے۔ مُلکی اور غیر مُلکی باشندے دونوں ایک ہی نوع ہیں ۱۲-۱۳/۳۳ ۔ ۳۸/۳۹ نیز شہری اور دیہاتی دونوں ایک ہی نوع سے متعلق ہیں پھر استعمال کرنے والے اور استعمال ہونے والے ایک ہی نوع ہیں ۱۲۸/۶ ۔ (تفصیل صفحہ ۱۱ پر آگے آرہی ہے)۔

● ملہ حُوریں کیا ہیں؟ یہ ایک الگ موضوع ہے جس پر کسی دوسری مجلس میں روشنی ڈالی جائیگی۔ سرِدست صرف اتنا ذہن نشین فرما لیجئے کہ آیاتِ بالا کے مطابق وہ نوعِ انسانی ہی کے افراد ہیں کسی الگ بہشتی مخلوق سے متعلق ہرگز نہیں۔

متقابل آیاتِ کریمات

● اب اسی عنوان کی متقابل آیاتِ کریمات پیشِ خدمت ہیں۔ سورۂ انعام میں آیا ہے کہ قیامت کو کہا جائیگا۔ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي ۱۳۰/۶ ۔ اے گروہِ جن و انس! (دیکھئے اے بدوی اور مدنی انسانو!) کیا تم دونوں کے پاس میرے رسول نہیں آئے تھے جو تم پر میری آیتیں پڑھتے تھے؟ — اب جبکہ یہ ایک متفقہ مسئلہ ہے کہ قرآن مجید مع سابقہ کُتبِ الٰہیہ صرف انسانوں کیلئے نازل ہوا ہے۔ اس میں جتنی اقوام (قومِ نوحؑ، قومِ عاد، قومِ ثمود، قومِ فرعون) اور آنحضورؐ کی متقابل قوم کا ذکر ہے وہ سب کے سب انسان تھے اور اُنکے سب رسول بھی انسان تھے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ جن و انس جنہیں مخاطب کیا گیا ہے وہ نوعِ آدم ہی کے دو طبقے ہیں۔ سورۂ اعراف میں بالکل اُنہی الفاظ کیساتھ جن سے جن و انس کو ۱۳۰/۶ میں خطاب کیا ہے يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ کے متبادل الفاظ يَا بَنِي آدَمَ کے خطاب میں بالکل وہی الفاظ آئے ہیں:-

● يَا بَنِي آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي ۳۵/۷ ۔ اے بنی آدم جب میرے رسول تمہارے پاس آئیں جو تم پر میری آیتیں پڑھیں تو......

تصریفِ آیات

● دیکھا آپنے کہ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ کا متبادل آیا ہے يَا بَنِي آدَمَ۔ پس قرآنی تصریفِ آیات سے کھل کر ثابت ہو چکا کہ جن و انس، نوعِ آدم ہی کے دو طبقے ہیں۔ نیز اگر بفرضِ محال کوئی مزعومہ مخلوق جن نامی مخلوق موجود ہوتی تو قرآن بھر میں کہیں تو ذکر آ ہی جاتا کہ فلاں فلاں قوم جنوں کی تھی اور اُن کی طرف فلاں فلاں رسول بھیجے گئے تھے۔ اور وہ اُن کی طرف فلاں فلاں کتاب لے کر آئے تھے۔ چونکہ ایسا نہیں ہے فلہٰذا ثابت ہوا کہ آیتِ بالا ۱۳۰/۶ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ میں لفظ جن سے کوئی چھپی ہوئی غیر مرئی مخلوق مراد نہیں، بلکہ اس سے وہ خانہ بدوش افراد مراد ہیں جو شہری آبادی سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ زمانۂ رسالت میں یہ طریقِ زندگی شہری آبادی کی نسبت بہت زیادہ تھا۔ آیتِ مجیدہ ۳۵/۷ نے واضح کر دیا ہے کہ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ، يَا بَنِي آدَمَ ہی کا متبادل خطاب ہے۔

مسئلہ جن سے متعلقہ ایک اہم قرآنی نکتہ

● چونکہ آنحضورؐ اُمّ القریٰ مکہ معظمہ کی شہری آبادی میں مبعوث ہوئے تھے ۹۲/۶ ۔ مگر تھے آپ شہری اور دیہاتی پوری نوعِ انسانی کیطرف رسول۔ اور قرآن کریم کا نزول بھی چونکہ اُم القریٰ مکہ معظمہ کی شہری بستی ہی میں شروع ہوا تھا۔ مگر ہے یہ بھی پوری نوعِ انسانی کیطرف ہدایت نامہ هُدًى لِلنَّاسِ ۱۸۵/۲ ، اسلئے آنحضورؐ اور قرآن کریم کی مخاطب پوری نوعِ انسانی جو شہری اور دیہاتی دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ کے خطاب: ذیل کیساتھ مخاطب فرمایا ہے:-

● يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا ۚ لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ ۞ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۞ ۳۳-۳۴/۵۵ ۔ اے گروہ جنوں اور انسانوں کے! اگر تم میں استطاعت ہے تو اقطار السماوات والارض

سے نکل جاؤ۔ تم نہیں نکلو گے مگر کائناتی قوتوں کے غلبہ کی مدد ہی سے نکلو گے۔ پھر تم دونوں اپنے پروردگار کی (مذکورہ بالا نعمتوں) میں سے کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟۔

دیکھا آپ نے؟ کہ:-

• خداوندِ عالم نے زمین کی فضا سے نکل کر دوسرے کُرّے کی فضاؤں میں پہنچنے کیلئے جو اپنی مخفی قوتوں کا خزانہ اِس کائنات میں محفوظ کر رکھا ہے جس کے سُلطان (غلبہ) کیساتھ ہی نوعِ انسانی زمینی فضا سے نکل کر چاند تک پہنچ چکی ہے۔ اور آئندہ دُور دُور کے دُوسرے کُرّہ جات پر پہنچنے کی تیاری کر رہی ہے۔ اِن نعمتوں کو بھی جنّ و انسان دونوں کیلئے مشترکہ بیان فرمادیا ہے۔ جس سے ثابت ہُوا کہ مذکورہ جنّ، انسان ہی ہیں، اور انسانوں ہی کے ایک حِصّہ کو اصطلاحی طور پر جنّ کہا گیا ہے یعنی نظر سے چھپ جانے اور غائب ہو جانیوالے۔

جنّ بھی بلا اسباب سفر نہیں کر سکتے

• مزعومہ جنّوں کے متعلق جو یہ کہا جاتا ہے کہ وہ آنِ واحد میں لاہور سے کراچی اور کراچی سے لندن پہنچ جاتے ہیں، غلط ہے۔ سُورۃ الرّحمٰن ہی میں ارشاد ہُوا ہے:-

وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ ۵۵/۲۴-۲۵ = اور واسطے اُسکے ہیں سمندر میں چلنے والی پہاڑوں جتنی بڑی بڑی کشتیاں۔ پھر تم دونوں (اے جنّ و انس) اپنے پروردگار کی (مذکورہ نعمتوں میں سے) کس نعمت کا انکار کرو گے؟۔ اِس آئتِ مجیدہ میں بتایا گیا ہے کہ سمندروں اور دریاؤں کو پار کرنے کیلئے جسطرح انسان کشتیوں کے محتاج ہیں۔ اُسیطرح جنّ بھی اِس احتیاج سے مُبرّا نہیں ہیں۔

• اِس اَمر کے ثبوت میں کہ مذکورہ جنّ اصطلاحی طور پر نوعِ آدم ہی کا حِصّہ ہیں، سُورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہُوا ہے:-

دو اور متقابل آئتیں

• قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ۝ ۱۷/۸۸ = (اے رسولؐ!) کہدیجئے گا کہ اگر جنّ و انسان (یعنی بدوی اور شہری) سب ملکر اِس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو اگرچہ وہ ایکدوسرے کے مددگار بھی کیوں نہ ہو جائیں، ہرگز نہیں لا سکتے ــــ اور اس کے بعد اگلی آئتِ مجیدہ میں ارشاد ہُوا ہے:-

• وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِن كُلِّ مَثَلٍ فَأَبَىٰ أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ۝ ۱۷/۸۹ = اور بیشک ہم نے اِس قرآن میں **نوعِ انسانی** کیلئے ہر قسم کی مثالیں پھیر پھیر کر بیان کر دی ہیں۔ مگر اکثر انسانوں نے ناشکری کے ساتھ انکار کر دیا ہے۔

لمحۂ فکریہ

• اِن ہر دو آیاتِ کریمات پر غور فرمائیے کہ کسطرح ۱۷/۸۸ میں جنہیں جنّ و انسان کہا ہے، ۱۷/۸۹ میں اُنہی کو النّاس کے لفظ کیساتھ ظاہر کر کے وضاحتاً ثابت کر دیا ہے کہ جنّ و انسان سے مُراد اَلنّاس ہی کے دونوں گروہ ہیں شہری اور دیہاتی، مدنی اور بدوی۔ عربی قواعد سے واقف حضرات پھر غور فرمائیں کہ ۱۷/۸۸-۸۹ میں جنّ و انس کا بدل آیا ہے اَلنّاس۔ اور اَلنّاس میں نہ کوئی طبقہ لپیٹ کر رکھانیوالا ہے اور نہ شکلیں بدلکر مکّھی مچھر بن جانیوالا۔

نوعِ انسانی کے استحصالی گروہوں کو بھی جنّ کہا گیا ہے

• سُورۂ انعام میں ارشاد ہُوا ہے:-

● وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ۚ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُم مِّنَ الْإِنسِ ۖ وَقَالَ أَوْلِيَاؤُهُم مِّنَ الْإِنسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَا أَجَلَنَا الَّذِي أَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا 6/128 = اور جس دن (قیامت کو) اللہ تعالیٰ (جن وانس) سب کے سب کو جمع کر لیگا (تو کہیگا کہ) اے گروہ جنوں کے! تم نے انسانوں سے بہت کثرت کیساتھ مال حاصل کیا تھا۔ (وہ تو خاموش رہینگے) اور انسانوں میں سے جو لوگ جنوں کے مددگار بنے ہوئے تھے وہ کہینگے کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے بعض نے بعض سے بہت فائدہ اٹھایا تھا۔ یہانتک کہ ہم اس اجل کو پہنچ گئے جو تُو نے ہمارے لئے مقرر فرمائی ہے۔ (یعنی موت) اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیگا کہ تمہارا ٹھکانہ آگ ہے۔ تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو۔

● ۱۔ اس آیت مجیدہ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُم مِّنَ الْإِنسِ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ دنیا میں جنّ، انسانوں سے بہت فائدہ حاصل کر رہے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اسے یونہی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ فلھذا غور کرنا ہوگا کہ وہ جنّ کونسے ہیں جو انسانوں سے بہت زیادہ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ وہ استحصالی گروہ ہیں جو زمینداروں، سرمایہ داروں اور کارخانہ داروں کی صورت میں مزارعوں اور مزدوروں سے بہت زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔

● ۲۔ دوسرے نمبر أَوْلِيَاؤُهُم مِّنَ الْإِنسِ کے الفاظ سے عیاں ہیں کہ انسانوں سے استکثار کرنے (یعنی بہت زیادہ فائدہ حاصل کرنے) میں انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں کے مددگار بن جاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں زمینداروں، سرمایہ داروں، کارخانہ داروں کے استحصالی گروہ، مزارعوں، مزدوروں کو کم سے کم اجرت دیکر زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کیلئے خود انہی میں سے بعض مزارعوں کو اپنے کارندے اور بعض مزدوروں کو دوسرے مزدوروں پر سیٹ بنا کر نگران مقرر کر دیتے ہیں۔ عام مزدوروں کی نسبت ان نگران مزدوروں کی اجرت کچھ زیادہ مقرر کر دی جاتی ہے۔ نیز صرف انہیں نگرانی کرنی ہوتی ہے کہ مزدور بیکار نہ بیٹھے یا محنت و مشقت میں تساہل نہ برتے۔ اس طرح چونکہ ان نگران مزدوروں کو دوسرے مزدوروں سے اجرت بھی زیادہ ملتی اور مشقت سے چھٹی بھی ہو جاتی ہے۔ اسلئے وہ دوسرے مزدوروں سے زیادہ سے زیادہ استحصال کرنے میں استحصالی گروہ (جنوں) کے مددگار بنے رہتے ہیں۔ قرآنِ کریم نے زمینداروں کے ان کارندوں اور سرمایہ داروں، کارخانہ داروں کے ان نگرانوں کو أَوْلِيَاؤُهُم مِّنَ الْإِنسِ کہا ہے۔ 6/128 کے ان الفاظ کیمطابق معاشرہ کے سب استحصالی گروہ جنّ ہیں جو غریب عوام اِنس کو چمٹے ہوئے ہیں۔

● یہ استحصالی گروہ معاشرہ کی ساری دولت سمیٹ کر ملک کی پوری تجارت پر قابض ہو جاتے ہیں، زراعت و صنعت انکے قبضہ و اختیار میں آجاتی ہے۔ اور اسطرح ملک کے پورے عوام اِنس کو شبانہ روز دونوں ہاتھوں سے لوٹتے رہتے ہیں۔ عوام دن بدن غریب سے غریب تر ہوتے رہتے ہیں اور سرمایہ دار روز بروز امیر سے امیر تر ہو رہے ہوتے ہیں۔ حکومت آئے دن آٹا، چاول اور گھی کے عوامی نرخ بھی مقرر کرتی رہتی ہے اور خلاف ورزی کرنیوالے گراں فروشوں کیلئے سخت سے سخت سزاؤں کا اعلان بھی کرتی رہتی ہے مگر ان عوام کو چمٹے ہوئے جنوں کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔

● وہ بدستور شبانہ روز نقب و ڈکیتی میں پورے انہماک کیساتھ مشغول و مصروف رہتے ہیں۔ گویا کہ ملک میں حکومت ملک کے صدر اور وزیر اعظم نہیں، بلکہ عملاً ہر چہار طرف ان استحصالی گروہوں کا قبضہ و تسلط قائم ہے۔ اسطرح ان استحصالی گروہوں کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ دو تین خاندانوں سے شروع کر ان کی تعداد ہزاروں اور لاکھوں خاندانوں تک پہنچ جاتی ہے۔ شبانہ روز

استحصال کر کے کروڑوں انسانوں کا خون چوستے رہتے ہیں۔

● ۳۸ اس نوٹ کا تعلق بھی پچھلے صفحہ پر درج آیت مجیدہ ۶/۱۲۸ کے نوٹ نمبر ۳۷ کے ساتھ ہے یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُم مِّنَ الْإِنسِ کا معنی روایتی تراجم و تفاسیر میں یہ لکھا ہے کہ قیامت کو کہا جائیگا کہ اے جنوں کے گروہ! تم دنیا میں انسانوں کی نسبت تعداد میں زیادہ تھے۔ حالانکہ اس کا اصل مفہوم تو یہ ہے جو ترجمے میں لکھا گیا ہے کہ قیامت کو کہا جائیگا کہ اے جنوں! تم نے دنیا میں انسانوں سے بہت زیادہ فائدہ حاصل کیا تھا۔ تم نے انسانوں کا بہت زیادہ استحصال کیا تھا۔ روایتی تراجم کا ترجمہ اس لئے غلط ہے کیونکہ قد استکثرتم من الانس کے جواب میں انسانوں میں سے جنوں کے مددگاروں (انکے کارندوں اور نگرانوں کا) یہ جواب درج ہے:

● وَقَالَ أَوْلِيَاؤُهُم مِّنَ الْإِنسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ ۶/۱۲۸ اور انسانوں میں سے جنوں کے مددگار یہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے بعض نے بعض سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ آیت مجیدہ کے الفاظ میں اِسْتَكْثَرْتُم مِّنَ الْإِنسِ کے متبادل الفاظ آئے ہیں اِسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ یعنی اِسْتَكْثَرْتُمْ کا متبادل آیا ہے اِسْتَمْتَعَ۔ اور مادہ م۔ت۔ع ، متع سے ہے، جس کا معنی ہے مال ومتاع۔ متاع و دولت۔ افرادی گنتی نہیں۔

● لہٰذا سیاق و سباقِ کلام اور متبادل الفاظ کے دلائل قاطعہ کے مطابق یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُم مِّنَ الْإِنسِ کا صحیح معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن بیچارے انسانوں کو چھپے ہوئے جنوں، استحصالی گروہوں کو کہا جائیگا کہ تم نے انسانوں سے بہت زیادہ فائدہ اٹھایا تھا۔ تم نے غریب عوام کا بے تحاشہ استحصال کیا تھا۔ سورہ جن میں عوام کے مجرموں کی جرم کرنے کے بعد جنوں یعنی استحصال کرنیوالے افراد کے ہاں پناہ لینے کی خبر دی گئی ہے۔ وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ ۷۲/۶ اور یہ کہ انسانوں (عوام) کے مرد جنوں یعنی استحصالی گروہ کے بعض مردوں کے ہاں پناہ لیتے ہیں۔ اس آیت مجیدہ میں رسہ گیروں کو جن کہا گیا ہے۔ چور چوری کر کے انکے پاس آجاتے ہیں اور وہ پناہ دیتے اور سزا سے بچاتے ہیں۔ اور چوری کے مال میں سے تھوڑا سا انہیں دیکر باقی سارا خود ہڑپ کر جاتے ہیں۔ اس آیت کا ایک مفہوم اور بھی ہے جو آگے آرہا ہے۔

استحصالی گروہوں کو جن کیوں کہا گیا ہے؟

● لفظ جن کی لغوی تحقیق میں آپ اس لفظ کے مادہ جنن کے بنیادی معنے شروع میں ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ جن اُسے کہتے ہیں جو عموماً چھپا رہے۔ کبھی کبھار ظاہر ہو اور پھر چھپ جائے۔ سطور بالا میں آیت مجیدہ ۶/۱۲۸ کے ناقابل انکار قرآنی دلائل کے مطابق ثابت ہو چکا کہ معاشرہ کے استحصالی گروہوں، زمینداروں، سرمایہ داروں اور کارخانہ داروں کو یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ کہا گیا ہے۔ لفظ جن کے مادہ جنن کے بنیادی معنوں کے مطابق یہ لوگ عموماً اپنی کوٹھیوں، آرامگاہوں اور دفتروں میں چھپے آرام فرما رہے ہوتے ہیں۔ چلچلاتی دھوپ اور جھلستی ہوئی لوؤں میں مزارعے ہل چلا رہے ہوتے ہیں، مزدور پسینے میں شرابور مشقت کر رہے ہوتے ہیں مگر زمیندار، سرمایہ دار اور کارخانہ دار بجلی کے پنکھوں کے نیچے سرد خانوں میں چھپے بیٹھے ہوتے ہیں۔ کڑاکے کی سردی میں مزارعے اور مزدور ٹھٹھرتے ہوئے جسم اور کانپتے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ محنت کر رہے ہوتے ہیں۔ مگر زمیندار، سرمایہ دار، کارخانہ دار گرم کمروں میں بجلی کے ہیٹروں کے سامنے چھپے بیٹھے ہوتے ہیں۔ گرمیوں میں صبح شام ٹھنڈے وقتوں میں اور سردیوں میں دوپہر کے وقت گرم وقتوں میں کبھی کبھار نکلے، ظاہر ہوئے اور

پھر چھپ گئے۔ اِن کی اِن صفات کے مطابق مادہ جنن کے بنیادی معنوں کی رُو سے اِن چھپ کر رہنے والے استعمالی گروہوں کو بھی جن کہا گیا ہے۔

جن و انس کی اصطلاح بہت پرانی ہے

● ابتداءِ آفرینش میں جب حضرتِ انسان نے کرۂ ارض پر رہائش اختیار کی تو نہ قصبے تھے نہ گاؤں۔ نہ شہر تھے نہ جھونپڑیاں۔ پہاڑوں کی غاریں نوعِ انسانی کا مسکن تھا۔ کچھ عرصہ بعد کچھ خاندانوں نے غاروں سے نکل کر درختوں کے سائے میں اور پھر معمولی جھونپڑیاں بنا کر رہنا شروع کیا۔ مگر عام لوگ غاروں ہی کی زندگی پر قانع رہے۔ حتیٰ کہ جھونپڑیوں والے اور باہر نکلے اور مناسب جگہیں تلاش کر کے کچے کوٹھوں کی چھوٹی چھوٹی بستیاں آباد کر لیں مگر غاروں والے غاروں ہی میں چھپے رہے۔ مادہ جنن کے بنیادی معنوں کے مطابق اُس وقت غاروں میں چھپے ہوئے انسان اصطلاحاً جن کہلائے اور جھونپڑیوں والے اِنس۔

● مگر جھونپڑیوں والے بدستور ترقی کرتے رہے اور اچھے اچھے مکان بنا کر عمدہ بستیوں میں رہنے لگے مگر غاروں والے غاروں سے نکل کر کھلے میدان میں آگئے اور درختوں کے سایوں میں رہنے لگے۔ یہ لوگ اتنے پیچھے رہ گئے کہ بستیوں والوں نے نفیس شہر بسانے شروع کر دیئے۔ صنعت و حرفت میں ترقی کی۔ شہروں میں ضروریاتِ زندگی کی ہر چیز کی منڈیاں اور بازار قائم کر لئے مگر غاروں والے بشکل صحرائی خانہ بدوشی زندگی تک پہنچ سکے۔ ریوڑ پالنا اُنکا شغل تھا۔ اُون۔ کھالیں۔ چربی وغیرہ شہروں میں لاتے اور ضروریاتِ زندگی خرید کر چلے جاتے کبھی کبھار آئے اور چلے گئے۔ ظاہر ہوئے اور چھپ گئے۔ اسطرح یہ مدنی اور متمدن لوگ اِنس، اور وہ بدوی صحرائی لوگ اصطلاحاً جن کہلائے۔

بنی جن عربوں کا ایک مشہور قبیلہ ہے

● آج کے دور کا بھی یہی قاعدہ ہے کہ جب کوئی انسان دیہات سے آکر شہر میں آباد ہو جاتا ہے تو اُسے دیہات کی نسبت ہی سے پکارا جاتا ہے۔ علاقہ عرب میں جب کوئی بدوی صحرائی (جن) قبیلہ صحراؤں سے اُٹھ کر شہر میں آجاتا تو اُسے حسبِ سابق جن ہی کہا جاتا تھا چنانچہ سر سید احمد مرحوم و مغفور کی مصنفہ کتاب تفسیر الجن والجان علیٰ مافی القرآن کے حوالہ کے مطابق عرب قبائل میں بنی جن نامی ایک قبیلہ اب بھی موجود ہے۔ اور ایک قبیلہ جنی نام سے بھی متعارف ہے۔

ابلیس اور شیطان کی بحث

● یہاں تک ہم قرآن کریم کے دلائلِ قاطعہ کیساتھ یہ ثابت کر چکے ہیں کہ قرآن مجید میں جن و انس کے الفاظ اصطلاحات کے طور پر مستعمل ہیں بدوی اور حضری کیلئے صحرائی اور شہری کیلئے۔ غیر متمدن اور متمدن کے لئے استعمال کرنیوالوں اور استحصال ہونیوالوں کیلئے۔ مگر اس عنوان سے متعلقہ ایک گوشہ ہنوز باقی ہے۔ اگر اس پر اختصار ہی کیساتھ معمولی سی روشنی نہ ڈالی جائے تو یہ عنوان تشنہ رہ جائیگا۔ وہ گوشہ ہے ابلیس و شیطان کا۔ قرآن مجید میں ابلیس و شیطان کے جو الفاظ آئے ہیں، روائتی تراجم و تفاسیر نے انہیں بھی جنوں ہی کیساتھ متعلق کر رکھا ہے۔ سورۂ کہف میں ابلیس کے متعلق آیا ہے کَانَ مِنَ الْجِنِّ ۱۸/۵۰ = وہ جنوں میں سے ہے۔ اَب آئیے! اس امر پر غور کریں کہ ابلیس کو جن کیوں کہا گیا ہے:۔

لفظ ابلیس کی لغوی بحث

● لفظ ابلیس کا سہ حرفی مادہ ب۔ ل۔ س = بلس ہے۔ اِس مادہ کا بنیادی معنی ہے مایوس ہو جانا۔ جیسے کہ خود قرآن مجید نے اِس مادہ کا معنی واضح کیا ہے:۔ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ

الْمُجْرِمُوْنَ ۳۰/۱۲ ● اور جس دن قیامت برپا ہوگی اُسدن مجرم مایوس ہوجائینگے۔ واضح رہے کہ قرآن مجید سے ابلیس کا کوئی مادی وجود ثابت نہیں یہ ایک سرکش قوت ہے جو نوعِ آدم کی از خود فرمانبردار نہیں ہے۔ اِسے بزورِ اخلاق مطیع کرنا پڑتا ہے۔ سُورہ صٓ میں ابلیس کے متعلق آیا ہے۔

● فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۔ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ● ۳۸/۷۳-۷۴ = پس ابلیس کے سوا جُملہ کائناتی قوتوں نے نوعِ آدم کے سامنے سرِ تسلیم خم کردیا۔ اُس نے اپنی بڑائی چاہی اور وہ انکار کرنیوالوں سے ہوگیا۔ یہاں ابلیس کو بھی ایک ملک ہی قرار دیا گیا ہے۔ جسطرح جملہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ کائناتی قوتیں ہیں جن سے انسان ایک ایک کرکے اپنے حضور سجدہ کروا رہا ہے۔ سب انسان کی مطیع و منقاد ہوتی جارہی ہیں اُسیطرح ابلیس بھی ایک کائناتی قوت ہے جو انسان کے اندر رکھدی گئی ہے۔ مگر وہ اسکی فرمانبردار نہیں۔ آج بھی دیکھئے کہ کرۂ ارض پر ہر طرف ابلیسی رقص کی گرم بازاری جاری و ساری ہے۔ ابلیس وہ مخفی قوت ہے جو انسان کو ہر آن انکار و استکبار، سرکشی اور تکبر، بُرائی ہی برائی کا حکم کرتی ہے۔ انسان کے اندر موجود اسی ابلیسی قوت کا نام نفسِ امارہ بتایا گیا ہے:-

● اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْۗءِ ۱۲/۵۳ = بلاشبہ (انسان کا) نفسِ امارہ انسان کو بُرائی کا حکم کرنیوالا ہے۔ دیکھئے! اس جملہ میں لفظ اِنَّ تاکیدیہ کی تاکید کیساتھ اعلانِ عام کیا گیا ہے کہ بلاشبہ نفسِ امارہ ہی ہے جو برائی کا حکم کرنیوالی ایک مخفی قوت ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ یہ کائناتی قوت بصورتِ مشہود ہر طرف رقص کناں ہر کسی کے اندر موجود ہے مگر ہے پوشیدہ، چھپی ہوئی، اِسلئے اسکی اِس مخفی رہنے کی صفت کیمطابق اِسے بھی پوشیدہ رہنے والوں میں سے مِنَ الْجِنِّ کہا گیا ہے۔

لفظ شیطان کی لغوی تحقیق!

● واضح رہے کہ آگے چلکر آیاتِ قرآنیہ کیساتھ ثابت کیا جائیگا کہ جو دعوے بزبانِ حال ابلیس نے کئے اُنہیں عملی جامہ شیطان پہناتا ہے۔ یعنی شیطان اُس انسان کو کہا گیا ہے جسمیں ابلیسی قوت رقص کررہی ہو۔

● لفظ شیطان کا سہ حرفی مادہ ش۔ ط۔ ن = شطن ہے۔ عربی ادب میں شطن کہتے ہیں لمبی بٹ دار رسّی کو۔ بٹ اور لمبائی دونوں چیزیں ایک جگہ جمع ہوں تو مادہ شطن کے تقاضے پورے ہوتے ہیں۔ بٹ، رسّی کی ذاتی صفت نہیں۔ البتہ اِسکے ریشوں میں بٹ قبول کرنے کی خاصیت موجود ہے۔ اِسیطرح انسان چونکہ صاحبِ اختیار و ارادہ پیدا کیا گیا ہے۔ اِس میں رحمانی اور ابلیسی دونوں جذبوں کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھدی گئی ہے۔ جب یہ انسان ابلیسی جذبے سے مغلوب ہوکر ابلیسی کاموں میں لگ جاتا ہے تو قرآنِ کریم کی اصطلاح میں یہ انسان ہی شیطان کہلاتا ہے۔

● ابلیسی جذبہ سے مغلوب انسان میں مادہ شطن کا بٹ اور لمبائی اِس درجہ پائی جاتی ہے کہ اُسکا ہر کام احکام خداوندی کے اُلٹ یعنی بٹا ہُوا ہوتا ہے۔ اُس کی سرکشی، شیطان کی آنت کی لمبائی کے محاورہ کیمطابق اتنی لمبی ہوتی ہے کہ کہیں رُکتی نہیں۔ اگر نفسِ لوّامہ بالکل مُردہ ہوجائے تو ابلیسی جذبہ سے مغلوب انسان جب لُوٹ مار پر آجائے تو لاکھوں کروڑوں انسانوں، بلکہ بستیوں کی تباہی سے سیر نہ ہو۔ قتل پر اُتر آئے تو انسانی کھوپڑیوں کا برج (کلہ مینار) بنا ڈالے۔ عصمت دری کی ابلیسی وادیوں میں قدم رکھے تو ہر نئی دلہن کی شبِ عروسی کو اپنے لئے مخصوص کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ اگر الوہیتِ خداوندی پر ڈاکہ ڈالے تو خود اللہ، حاجت روا اور مشکلکشا ہونے کا دعویدار بن بیٹھے۔ قرآنِ کریم نے ایسے تمام لوگوں کو شیطان کہا ہے۔

شیطان کا معنی غصہ بھی ہے!

● مادہ شطن کے بنیادی معنوں میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ بٹ دار رسّی کو شطن کہا جاتا ہے۔ بٹ دار رسّی میں جب بٹ کا زور ہوتا ہے تو بصورتِ اضطراب کروٹیں بدلتی اور بیقرار دکھائی دیتی ہے۔ بالکل

اسطرح جیسے کسی شخص کو غصہ چڑھا ہوا ہو اور وہ اپنے آپ سے باہر ہو رہا ہو۔ اسی نسبت سے عربوں کے ہاں غصے کو بھی شیطان کہتے ہیں۔ عربی ادب میں رَکِبَہٗ شَیْطَانُہٗ کے معنے ہیں اُس پر غصہ سوار ہو گیا۔ سورہ قصص میں حضرت موسیٰؑ کے حالات میں آیا ہے کہ جب آپکے مُکے سے ایک قبطی مر گیا تو آپ نے فرمایا:-

● هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ۲۸/۱۵ = یہ شیطانی عمل ہے۔ بیشک شیطان ظاہر دشمن اور گمراہ کرنیوالا ہے۔ واضح رہے کہ اس آیت مجیدہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضرت موسیٰ سلامٌ علیہ پر ابلیس شیطان کا غلبہ ہو گیا تھا۔ کیونکہ قرآنی شہادت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں پر ابلیس کا اثر مطلقًا ناممکن ہے۔ جیسے کہ ابلیس اور خدا تعالیٰ کے حالی مکالمہ میں خود ابلیس کا اقرار درج ہے:-

● قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ ۳۸/۸۲-۸۳ = (ابلیس نے بزبانِ حال) کہا کہ تیری عزت (تیرے غلبے) کی قسم کہ میں نوعِ انسانی کے ایک ایک فرد، سب کے سب کو گمراہ کروں گا۔ لیکن اُن میں سے تیرے مخلص بندوں پر میرا غلبہ نہیں ہو سکیگا۔ فلھذا ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ سلامٌ علیہ چونکہ یقیناً یقیناً اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے تھے۔ اسلئے اُن پر ابلیس کا غلبہ ہرگز ممکن نہیں۔ پس هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ کے الفاظ میں آپ نے اِس مادہ کے بنیادی معنوں کے مطابق یہ اظہار فرمایا کہ یہ کام غصے کی حالت کا ہے۔ اور اس امر سے بھی مطلقًا مجالِ انکار نہیں کہ غصہ ایک ظاہر دشمن ہے۔ عقل پر سوار ہو کر غلط کام کروا دیتا ہے۔ اور شیطان بمعنی غصہ عربی ادب میں مسلّم ہے۔

سانپ کو بھی شیطان کہتے ہیں

● مادہ شطن کے بنیادی معنوں میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ اس مادہ میں تشطی، رسّی، بٹ اور بیقراری کا مفہوم موجود ہے۔ جب بٹ کی شدت سے بٹ دار رسّی متحرک ہوتی ہے تو سانپ معلوم ہوتی ہے، یا دوسرے لفظوں میں جب سانپ بٹ دار رسّی کیطرح حرکت میں آتا ہے تو بٹی ہوئی رسّی کی مانند معلوم ہوتا ہے۔ اسی مناسبت سے عربوں کے ہاں سانپ کو بھی شیطان کہتے ہیں۔ ناگ پھنی تھوہر کے پودے چونکہ بالکل اُس سانپ کے سر جیسے ہوتے ہیں، جو پھن پھیلا کر گردن اُٹھائے کھڑا ہو اسلئے قرآن مجید میں ناگ پھنی تھوہر کیلئے یہ الفاظ آئے ہیں:-

● طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ۳۷/۶۵ = اُسکا شگوفہ گویا کہ پھنیار سانپوں کے پھن سا ہے۔ دیکھا آپنے کہ اس آیت مجیدہ میں شیطان کا معنی سانپ یا ناگ ہی ہے۔ یہانتک بتایا جا چکا ہے کہ شیطان کا معنی غصہ بھی ہے اور سانپ بھی۔ اب دیکھئے کہ قرآنِ مجید نے کسطرح اُن انسانوں کو شیطان کہا ہے، جن میں ابلیسی جذبہ بصورتِ مشہود کارفرما ہو۔ سورہ بقرہ میں منافقوں کے متعلق ارشاد ہوا ہے:-

● وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۲/۱۴ = اور جب وہ اپنے شیطانوں کی خلوتگاہوں میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اِس آیت میں منافقوں کے پیر دل، خلوت نشین انسانوں کو شیطان کہا گیا ہے۔ اس عنوان کے ضمن میں اِس آیت مجیدہ کو ذہن میں محفوظ رکھئے اور ہمارے ساتھ آگے چلئے۔ ۳۸/۸۲ کے الفاظ میں ابلیس کے متعلق پیچھے گزر چکا ہے جو مزید کئی جگہ پر آیا ہے:-

● قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۳۸/۸۲ = ابلیس نے کہا کہ تیرے غلبے کی قسم میں اِن سب کو ضرور گمراہ کرونگا۔ اِن آیات کریمات میں یہ قولِ ابلیس کا بیان ہوا۔ اور اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۳۸/۷۸ + ۱۵/۳۶ کے الفاظ میں ابلیس کو لعنتی بھی قرار

دیا گیا ہے۔ مگر سورۂ نساء میں غیر اللہ سے مرادیں مانگنے والوں کے ذکر میں شیطان کو لعنتی اور گمراہ کرنیوالا بتایا ہے :۔

● اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ۙ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۙ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ؕ $\frac{4}{117 \text{ تا } 119}$:

(مفہوم) وہ نہیں مرادیں مانگتے مگر عورتوں سے (جو عورتوں کی طرح خلوت خانوں میں بیٹھکر دوسروں کی کمائی پر پلتے ہیں) اور وہ نہیں مرادیں مانگتے مگر شیطان مردود سے۔ اللہ نے اس پر لعنت کی۔ اور اس نے کہا تھا کہ میں ضرور تیرے بندوں سے اپنا مقررہ حصہ وصول کیا کرونگا۔ اور انہیں ضرور بر گمراہ کرونگا۔ اور ضرور انہیں مرادوں کی امیدیں دلاؤنگا۔ اور ضرور انہیں حکم کرونگا۔ پھر وہ میرے حکم سے جانوروں کے کان کاٹینگے اور میں انہیں ضرور حکم کرونگا پھر وہ میرے حکم سے اللہ کی خلق کو بدلینگے (دیکھئے یہ بنیا ہمیں پر دل لگے دیا ہے)۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کیساتھ شیطان کو اپنا ولی (دوست مرادیں دینے والے) ٹھہراتے ہیں پس وہ ظاہر گھاٹے میں ہیں۔

اَب غور فرمائیے کہ :- ● اوپر $\frac{39}{82}$ کے الفاظ میں ابلیس کہتا ہے کہ میں انہیں ضرور گمراہ کرونگا اور $\frac{4}{117 \text{ تا } 119}$ کے الفاظ میں شیطان کہتا ہے کہ میں انہیں ضرور گمراہ کرونگا۔ واضح رہے کہ ان آیتوں میں گمراہ کرنے کے ابلیسی قول کو شیطان کا قول بتایا گیا ہے۔ اور شیطان کی یہ پانچ نشانیاں بتائی گئی ہیں۔

● ۱ اللہ تعالیٰ کے سادہ لوح بندوں سے اپنا مقررحصہ وصول کرنا ● ۲ انہیں گمراہ کرنا

● ۳ انہیں مرادیں دینے کی امیدیں دلانا۔ ● ۴ اپنے حکم سے اُن سے اپنے نام پر مویشیوں کے کان کٹوانا

● ۵ اپنے حکم سے اللہ کی تخلیق کو غیر اللہ کی تخلیق قرار دلوانا۔

● تو اب ظاہر ہے کہ اس دنیا میں جو لوگ مرادوں کی امیدیں دلاتے ہیں۔ سادہ لوح بندوں سے اپنا مقرر کردہ حصہ سالانہ اور ششماہی وصول کرتے ہیں۔ اپنے نام پر مویشیوں کے کان کٹواتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ قرآن نے انہیں شیطان کہا ہے۔ $\frac{2}{14}$ کے الفاظ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ میں آپ پیچھے دیکھ چکے ہیں کہ یہ خلوت نشین شیطان انسان ہی ہیں جن نہیں ہیں۔ گمراہی کے لحاظ سے جس انسان پر ابلیسی جذبہ مسلط ہوجائے وہ انسان ہی شیطان کہلاتا ہے۔ لیعنی نہ جن کوئی انسانوں سے الگ مخلوق ہے نہ شیطان۔

خلاصہ کلام :- ● آج کے درسِ قرآن مشرِ جن کا خلاصہ یہ ہے :- ● ۱ اسکے سہ حرفی مادہ جنن کا معنیٰ ہے چھپ جانا۔

● ۲ جن انسانوں کے اندر موجود ہیں۔ غیر متمدن بدوی صحرائی اور غیر ملکی باشندے جو کبھی کبھی نکلتے ہیں اور پھر چھپ جاتے ہیں۔

● ۳ انسانوں ہی کے استحصالی گروہ بھی جن ہیں جو کاشتکاروں اور مزدوروں کو میٹھے ہوتے ہیں کبھی کبھی آ دھمکتے ہیں اور پھر چھپ جاتے ہیں۔

● ۴ وہ ناری مخلوق جو نارِ سموم $\frac{15}{27}$ سے پیدا کیگئی تھی وہ ختم ہوچکی ہے۔ قرآنِ کریم کے مخاطب جن انسانوں ہی کے مذکورہ گروہ ہیں۔ تو جوان لڑکیوں کو اپنے باورچی خانے میں پیشاب کرنے سے منع نہ کرنیوالی اور جب وہ پیشاب کرے تو سے چمٹ جانیوالی انتہائی بیوقوف اور لید گوبر کھانیوالی کوئی مخلوق کرۂ ارض پر کہیں بھی موجود نہیں۔

مسئلہ جن سے متعلقہ مزید آیات مجیدہ

● مسئلہ جن کے متعلق قرآن کریم کی روشنی میں پوری طرح وضاحت کیجا چکی ہے کہ نہ دکھائی دینے والی اور لید گوبر ہڈیاں کوئلے کھانیوالی چشم زدن میں پشاور سے کراچی اور کراچی سے لنڈن پہنچ جانیوالی نیز لاہور سے ہاتھ بڑھا کر کشمیر کے باغوں سے سیب توڑ لانیوالی کوئی مخلوق کرۂ ارض پر ہرگز ہرگز موجود نہیں۔ لیکن یاد رہے کہ آبائی متوارث عقائد جو غیر شعوری پر ذہنوں میں راسخ ہو چکے ہوں وہ قلوب واذہان سے باآسانی خارج نہیں کئے جا سکتے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں سورۂ جن نامی ایک مخصوص سورت مجیدہ بھی ہے، جس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جن آسمان پر جاتے ہیں" ان پر شعلے گرتے ہیں اور وہ شعلے سرِعام دکھائی بھی دیتے ہیں۔ جواباً عرض ہے کہ:۔

● سورۂ جن میں درج جنوں سے متعلقہ آیات مجیدہ تو بعد میں پیش کی جائینگی، پہلے عقل وخرد اور فہم وفراست سے کو درمندرجہ بالا سوال کا جواب ضروری ہے کہ جس ذہن کیلئے جنوں کے آسمان پر جانے کا آبائی متوارث عقیدہ اور ان پر آگ کے شعلے گرنے کا عینی مشاہدہ موہومہ مظنونہ جنوں کی موجودگی کا ثبوت مہیا کرتا ہے، اس میں اتنی بھی عقل نہیں کہ آتشی مخلوق پر آتشی شعلے پھینکنے کی کیا تک ہے۔ پھر جب آگ کے شعلے دکھائی دیتے ہیں تو آگ کے جن کیوں دکھائی نہیں دیتے۔ عقل کا تقاضا ہے کہ جب آگ کے شعلے دکھائی دیتے ہیں تو آگ کی مخلوق بھی یقیناً دکھائی دینی چاہیئے۔ اور جب دکھائی نہیں دیتی تو موجود ہی نہیں۔ پھر فرضی جنوں کے فرضی فضائی اور خلائی سفروں سے روکنے والے شعلوں کا اگر عقل وبصیرت کیساتھ سائنسی تجزیہ کیا جائے تو یہ بھی جنوں پر پھینکے گئے شعلوں کی بجائے کچھ اور ہی ثابت ہوتے ہیں۔ افسوس کہ اکثر پڑھے لکھے حضرات اس سائنسی دور میں بھی توہمات کا شکار ہوئے ہوئے ہیں۔

سورۂ جن

● بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

● قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۙ وَّاَنَّهُ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۙ وَّاَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۙ $\frac{72}{1 \text{ تا } 4}$ = اللہ رحمان ورحیم کے نام کیساتھ کہدیجیئے اے صاحب قرآن! میری طرف وحی کیگئی ہے کہ دیہاتیوں کی ایک جماعت نے قرآن مجید کو بغور سنا۔ پھر انہوں نے کہا کہ بیشک ہم نے ایک عجب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی رہنمائی کرتا ہے۔ پھر ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں اور آئندہ کیلئے ہم اپنے ربوبیت کرنیوالے کیساتھ کسی ایک کو بھی شریک نہیں کرینگے۔ اور یہ کہ بیشک ہمارا ربوبیت کرنیوالا بلند شان عظمت والا اس نے نہ کوئی بیوی بنائی ہے نہ بیٹا۔ اور یہ کہ بیشک ہمارے بیوقوف لوگ اللہ پر (بیوی بیٹے کا بہتان باندھکر) جھوٹی باتیں بنایا کرتے تھے۔ (آگے $\frac{72}{4}$ میں آرہا ہے کہ یہ یہودی بدو تھے)

● یہ دیہاتی لوگ اتنے سادہ لوح تھے کہ انہوں نے کہا:۔ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۙ $\frac{72}{5}$ اور یہ کہ بیشک ہمنے گمان کر رکھا تھا کہ شہری اور بدوی علماء اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہیں کہینگے ۔۔۔ یعنی انہیں یقین تھا کہ انکے شہری اور دیہاتی عالم اللہ تعالیٰ کے ذمہ کچھ کہہ رہے ارشاد الٰہی ہے۔ ہمارے اذہان میں کوئی غلط عقیدہ جاگزین نہیں کرینگے۔ لیکن بتایا گیا ہے کہ کچھ بدوی حضرات دربار رسالت میں اسوقت پہنچے جب آپ درس قرآن دے رہے تھے۔ جس میں مختلف مسائل زیر بحث آئے۔ شرک کا مسئلہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت عالمینی کا مسئلہ، حضرت عزیرؑ ومسیحؑ کو اللہ کے بیٹے بنانے کا مسئلہ وغیرہ۔ اس سے پہلے وہ لوگ شرک بھی کیا کرتے تھے اور حضرت عزیرؑ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بھی گردانتے تھے۔ لیکن وہ ایسے سلیم الطبع لوگ تھے کہ قرآنی حقائق کو سنتے ہی ان پر ایمان لے آئے اور آئندہ کے لئے خود بھی

تائب ہو گئے اور جب اپنی قوم میں واپس پہنچے تو قوم کو بھی قرآنی تبلیغ سے بہرہ یاب کیا۔ انہی بدذلیوں کے متعلق سورۂ احقاف میں بالفاظ ذیل خبر دی گئی ہے:۔

● وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا ۖ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ ۝ قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنزِلَ مِن بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَىٰ طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ يَا قَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ وَمَن لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءُ ۚ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝

۴۶ / ۲۹ تا ۳۲

(ترجمہ) اور وہ وقت قابلِ ذکر ہے جب (اے رسولؐ!) ہم جنوں (دیہاتیوں) کی ایک جماعت کو آپ کی طرف پھیر لائے۔ پھر جب وہ آپکے درسِ قرآن میں حاضر ہوئے تو ایک دوسرے کو کہا چُپ رہو (خاموشی سے سُنو!) اور جب (درسِ قرآن) ختم ہو گیا تو اپنی قوم کی طرف جا کر انہیں بھی اُنکے فرائضِ منصبی سے آگاہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ اے ہماری قوم بیشک ہم نے ایک کتاب سُنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے۔ وہ حق کی یعنی سیدھے راستے کی رہنمائی کرتی ہے۔ اے ہماری قوم اللہ کیطرف بلانے والے کی دعوت کو قبول کرو اور اُس کے ساتھ ایمان لاؤ وہ اللہ تمہاری (دُنیوی) بدحالیاں دُور کر دے گا اور تمہیں (آخرت کے) دردناک عذاب سے بچالیگا۔ اور جو کوئی اللہ کیطرف بُلانیوالے کی دعوت قبول نہ کریگا تو وہ زمین میں اُسے عاجز کرنیوالا نہیں اور نہ ہی اُسکے لئے اُس (اللہ) کے سوا کوئی مددگار ہوگا۔ ایسے لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

یہ دیہاتی یہودی تھے

● أُنزِلَ مِن بَعْدِ مُوسَىٰ کے الفاظ پر غور کرنے سے کھل کر عیاں ہو رہا ہے کہ یہ راسخ بازوک یہودی عقیدہ کے حامل تھے۔ جنہوں نے جب قرآن مجید سُنا تو فوراً سمجھ گئے کہ یہ اُسی ذاتِ مقدس کا کلام ہے جس نے موسیٰؑ پر کتاب نازل فرمائی تھی۔ (درسِ قرآن میں چونکہ توراۃ انجیل کی تصدیق بھی زیرِ بحث آئی، اسلئے انہوں نے قوم سے یہ بھی کہا کہ جو کتاب ہم نے سُنی ہے وہ اپنے سے پہلی تمام کتابوں کی مصدق بھی ہے۔ وہ اُس سیدھے راستے کی رہنمائی کرتی ہے جس پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہاری دُنیوی بدحالیاں بھی دُور کر دیگا اور آخرت کے دردناک عذاب سے بھی بچالیگا۔

● چونکہ حضرت موسیٰؑ صرف انسانوں کے رسولؑ تھے اسلئے وہ اُن کے پیروکار یہودی انسان ہی تھے، جو انسانوں ہی کے رسولؐ حضور خاتم النبیینؐ کے درسِ قرآن میں حاضر ہو کر مشرف بہ ایمان ہوئے اور واپس جا کر اپنی قوم کو بھی ایمان لانے کی تبلیغ کی۔ اب پھر آئیے سورۂ جن کیطرف!

● پیچھے صفحہ ۷ پر سورۂ جن کی آیت نمبر ۱ تا ۵ پیش کی جا چکی ہیں۔ جن میں مذکورہ یہودیوں نے کہا کہ ہم قرآن سُننے کے بعد آئندہ کیلئے اللہ ربّ العٰلمین کے ساتھ کسی ایک کو بھی شریک نہیں ٹھہرائینگے۔ اور ہمارے علمأ نے جو اللہ کے ذمّہ افتریٰ باندھ رکھا تھا کہ اُسکا بیٹا اور بیوی ہے، سب غلط ہے۔ ہم نے یہ عقائد اسلئے اپنا لئے تھے کہ ہمیں یقین تھا کہ انسانوں اور جنوں کے علماء اللہ کے ذمّہ کوئی غلط چیز ہرگز نہیں لگاتے۔ ہمیں جو کچھ بھی بتاتے ہیں ٹھیک اللہ تعالیٰ کیطرف سے نازل کردہ تعلیم ہی ہم تک پہنچاتے ہیں۔ اگلے الفاظ پر ایک مرتبہ پھر غور فرمائیں:۔

● وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۙ ۷۲/۵ اور یہ کہ بیشک ہم نے یقین کر رکھا تھا کہ انسان اور جن (شہری اور دیہاتی علماء) اللہ کے ذمہ جھوٹ نہیں لگائینگے۔ (لیکن قرآن سُن کر پتہ چلا ہے کہ شہری علماء اور دیہاتی، سب علماء ایک ہی تھیلی کے بٹے ہیں، سب نے اللہ کے ذمہ جھوٹ باندھ رکھا ہے۔

● لے اَلْاِنْسُ وَالْجِنُّ میں الف لام عوض مضاف ہے اور تقدیر کلام ہے علماء الانس وعلماء الجن۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹ، بنا یا اللہ تعالیٰ کے کلام کو متن وعن پیش کرنا اور صحیح یا غلط عقائد عوام کے اذہان میں بٹھلانا علماء کا کام ہے عوام کا نہیں۔ نیز بہ اتنی رتبہ اس تقدیر کلام سے یہ امر بھی کھل کر عیاں ہو چکا کہ یہاں جن لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے اُنکے ساتھ انس کے علماء اور جن کے علماء، دونوں کا رابطہ قائم تھا۔ شہری علماء بھی اُنکے ہاں جاکر جلسہ ہائے وعظ منعقد کیا کرتے تھے اور وہ دیہاتی علماء سے بھی وہی کچھ سُنتے رہتے تھے جو کچھ شہری علماء آکر سناتے تھے۔ یا خود شہروں میں وہ جاکر شہری علماء سے سُنتے تھے۔

● اس آیت مجیدہ سے وہ کھلی حقیقت ثابت ہو رہی ہے جس کا انکار ممکن نہیں کہ جنوں اور انسانوں کا دینی اور مذہبی لحاظ سے مکمل اشتراک موجود ہے۔ اب اگر یہاں جنوں سے کوئی غیر مرئی مخلوق مراد لی جائے تو ان ہر دو الگ الگ نوعوں کا مذکورہ انداز کا مذہبی اشتراک تو نا عملاً ثابت کر دکھانا صد فیصد بلکہ صد ہزار فیصد ناممکن ہے۔ اسلئے یہاں انس بمعنی شہری اور جن بمعنی دیہاتی ہیں، جن کا مذہبی اور دینی اشتراک عملاً دکھایا اور دیکھا جاتا ہر آن سامنے موجود ہے کہ شہری علماء دیہات میں اور دیہاتی علماء شہروں میں وعظ کے جلسے منعقد کرتے اور صحیح یا غلط تعلیم کو اللہ ہی کے ذمہ لگا کر عوام کے اذہان میں بٹھاتے رہتے ہیں۔ جنوں اور انسانوں یعنی دیہاتیوں اور شہریوں کے اسی باہمی میل جول اور ربط وضبط کی خبر سورہ جن کی عین اگلی ملحقہ آیت مجیدہ ۷۲/۶ میں اسطرح دیگئی ہے کہ انس کے افراد شہروں میں جرائم کر کے جنوں، یعنی دیہاتیوں کے ہاں جا پناہ لیتے ہیں :۔

● وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۙ ۷۲/۶ اور یہ کہ بیشک بعض انسان (شہری) مرد (جرم کر کے سزا سے بچنے کیلئے) جنوں (دیہاتیوں کے) مردوں سے پناہ لیا کرتے ہیں۔ پھر (جن دیہاتی لوگ پناہ دے کر) انہیں سرکشی میں زیادہ کر دیتے ہیں (پس آئندہ ہم ایسا نہیں کرینگے، کسی مجرم کو پناہ نہیں دینگے)

● اب اس چیز یعنی جنوں کے انسانوں کو پناہ دیکر انہیں سرکشی میں زیادہ کر دینے کو اگر آپ مشاہدات میں، جن نامی موہومہ مخلوق کے ہاں انسانوں کے سرکش مجرموں کو پناہ حاصل کرنے اور ان کا اُنہیں پناہ دیکر اور سزا سے بچا کر، سرکشی میں زیادہ کرنے کا عملی نقشہ تلاش کریں تو چونکہ جنوں کو غیر مرئی مخلوق تسلیم کرکے مذکورہ نقشے کو آپ خود دیکھ سکتے ہیں، اور نہ دکھا سکتے ہیں۔ اسلئے یہاں جنوں سے دیہاتی اور انسانوں سے شہری لوگ ہی مراد ہیں، جن کا شبانہ روز کا عملی نقشہ آج بھی دوپہر کے سورج کیطرح عیاں ہے کہ شہری مجرم، جرم کرکے دیہاتیوں کے ہاں جا پناہ لیتے ہیں۔ جو انہیں پناہ دیکر اور جرم کی سزا سے بچا کر اُن کی سرکشی میں اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ اور اسطرح وہ چھوٹے چھوٹے جرموں کے بعد بڑے بڑے کبیرہ جرائم کے عادی بن جاتے ہیں ـــ پس آیت مجیدہ ۷۲/۶ سے کھل کر عیاں ہو چکا کہ یہاں انس بمعنی شہری اور جن بمعنی دیہاتی ہے۔ سورہ جن میں دیہاتی یہودیوں کا ذکر ہے نہ کہ موہومہ جنوں کا نہیں۔

● اب اور آگے بڑھئے۔ سورہ جن کی اگلی ملحقہ آیت مجیدہ ۷۲/۷ میں جملہ معترضہ کے طور پر ان یہودی دیہاتیوں کے متعلق خبر دیگئی ہے :۔

● وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۙ ۷۲/۷ = حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے یہ بھی گمان کر رکھا تھا، جسطرح

تم نے گمان کر رکھا تھا کہ اب اللہ تعالیٰ کسی ایک کو بھی (رسولؐ بنا کر ہرگز) مبعوث نہیں کریگا — سابقہ اُمتیں عموماً ایسا کہتی چلی آئی ہیں کہ ہمارے رسولؐ کے بعد اب اللہ تعالیٰ اور کوئی رسول نہیں بھیجیگا۔ سورہ مومن میں دربارِ فرعون کے رجلِ مومن کے الفاظ درج ہیں :۔

● وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ۖ حَتّٰٓى إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۔ ۴۰/۳۴ = اور بلاشبہ تمہارے پاس موسیٰؑ سے پہلے واضح دلائل کیساتھ یوسفؑ آیا۔ پھر جو کچھ وہ تمہارے پاس لایا تم اُس کے متعلق شک ہی میں رہے۔ حتیٰ کہ جب وہ فوت ہوگیا تو تم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اُسکے بعد کسی کو رسولؐ بنا کر ہرگز مبعوث نہیں کرے گا۔ یہی حالت مذکورہ یہودی دیہاتیوں کی تھی۔ اور یہ قدیمی روش انسانوں ہی کی ہے۔ جنّ مخلوق تو جیسے کہ قرآن کہتا ہے نوعِ انسانی سے پہلے پیدا کی گئی تھی، وہ اپنے دورِ حیات ختم کرچکی ہوئی ہے۔ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۔ ۱۵/۲۷ ۔ ظاہر ہے کہ وہ مخلوق جسے قرآنِ مجید میں ناری، آتشی مخلوق کہا گیا ہے، اُس کا دور اُس وقت تک کا تھا جبکہ زمین آگ کی طرح گرم تھی۔ اور اُس کی فضا نار السموم کے مصداق تھی۔

● ۷۲ کے متذکرہ عنوان سورہ جن کی اگلی ملحقہ آیات مجید میں پھر متذکرہ صدر دیہاتی یہودیوں کا قول درج ہے :۔

● وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۙ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۗ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۙ ۷۲/۸-۱۰ (مفہوم) اور یہ کہ بیشک ہم نے آسمان کی حقیقت کو یقینی طور پر جان لیا ہے۔ پس ہم نے اُسے (اللہ کی پیدا کردہ عظیم قوتوں کے) شدید پہرہ داروں اور فضائی شعلوں سے بھرا ہوا پایا ہے۔ اور ہم (ہمارے عوام آسمان کی باتیں، قسمت کا حال سننے کیلئے۔ سننے کے ٹھکانوں پر بیٹھ جایا کرتے تھے (جہاں قسمت کا حال بتانیوالے بیٹھے ہوتے ہیں) پس اب جو کوئی (ان کی باتیں) سنیگا۔ اپنے لئے (طعن و ملامت کے) شعلے گھات میں پائیگا۔ اور یہ کہ بلاشبہ ہم (یعنی ہمارے وہ لوگ جو قسمت کا حال بتانے کا فراڈ بنائے ہوئے ہیں) نہیں جانتے کہ زمین والوں کیساتھ (اُن کے رب کی طرف سے اُنکے اپنے ہی اعمال کی بدولت) تکلیف کا ارادہ کیا گیا ہے یا اُن کے رب نے (اُن کے اپنے ہی عملوں کی بدولت بھلائی کی رہنمائی کا ارادہ فرمایا ہے۔

● اِن آیاتِ مجیدہ سے خواہ مخواہ مظنونہ جنّوں کے موہومہ آسمانی سفر کا تصور پیدا کرلیا گیا ہے۔ اس پر تفصیلی گفتگو بعد میں کیجائیگی پہلے آیاتِ مجیدہ اور اُنکے ترجمہ پر لگے ہوئے ضمنی نوٹ ملاحظہ فرمائیں، جن میں الفاظِ قرآنی اور کائناتی لغت پیش کیگئی ہے :۔

● لَمَسْنَا کا سہ حرفی مادہ ل۔م۔س۔ لمس ہے جس کا بنیادی معنی ہے کسی چیز کو ہاتھ سے چھو کر اُسکی حقیقت کو معلوم کرنا کہ وہ چیز گرم یا نرم ہے یا سخت، تر ہے یا خشک۔ اب چونکہ آسمان کوئی ایسی چیز تو ہے نہیں کہ اُسے ہاتھ سے چھو کر اُسکی مذکورہ کیفیات معلوم کی جائیں۔ اسلئے یہاں لمس کے لازمی مفہوم کے مطابق کہ ہاتھ سے چھونے کی غرض اُسکی کیفیت و حقیقت کو یقینی طور سے جاننا ہوتا ہے، اِسلئے یہاں یہ معنی مُراد ہے کہ ہم نے قرآنِ مجید سُننے کے بعد آسمان کی حقیقت کو یقینی طور پر جان لیا ہے کہ یہ کائناتی پہرہ داروں اور فضائی شعلوں سے معمور ہے۔

● حَرَسًا شَدِيْدًا سے مُراد وہ کائناتی قوتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آسمانی فضاؤں میں پیدا کر رکھی ہیں۔ جو کسی بھی فرد بشر کو تسخیری قوانینِ خداوندی کی پابندی کے بغیر آسمانی فضاؤں اور خلاؤں میں داخل نہیں ہونے دیتیں۔

[۸] ● شُھُبًا کا سہ حرفی مادہ ش۔ ہ۔ ب = شھب ہے۔ اسکا بنیادی معنی ہے سفید رنگ میں معمولی سی سیاہی کی آمیزش ہونا۔ چونکہ آگ کے شعلے کا رنگ ایسا ہی ہوتا ہے کہ اس میں دھوئیں کی انتہائی معمولی سی جھلک موجود ہوتی ہے، اسلئے شعلے کو شہاب کہا جاتا ہے۔ ہمارے سورج کے خاندان کے کرّہ جات جو اپنے اپنے مدار پر گردش کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے اپنے محور پر بھی انتہائی تیزی کیساتھ چکر لگا رہے ہیں، انکے اجسام کے وہ حصّے جو غیر مربوط ہو جاتے، اور مختلف کرّوں سے الگ ہو کر فضا میں بکھر جاتے ہیں انہیں بھی شہاب ہی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی شعلوں ہی کی مانند روشن ہوتے ہیں۔ نیز فضاء بسیط میں جو مختلف گیسیں موجود ہیں اُن میں جب ارتعاش پیدا ہوتا ہے تو بعض گیسیں دوسری گیسوں کو چیرتی ہوئی تیزی کیساتھ آگے بڑھتی ہیں تو انکی باہمی رگڑ سے جو شعلے پیدا ہوتے ہیں انہیں بھی شہاب کہا جاتا ہے۔ آگے بڑھنے والی گیس کا زور جتنا زیادہ ہوتا ہے، اُتنی دُور تک وہ شعلہ دکھائی دیتا ہے۔ اسے عرف عام میں کہا جاتا ہے وہ دیکھو ستارہ ٹوٹا۔

● یہاں ۷۲:۸ میں انہی شعلوں کو حرسًا شدیدًا کے بعد شُھُبًا کے الفاظ میں ظاہر کیا گیا ہے۔ اور یجد لہٗ شہابًا رّصدًا کا باندازِ مجاز یہ مفہوم ہے کہ قرآن مجید پر ایمان لانے کے بعد جو کوئی نجومیوں کی باتیں سُنیگا وہ اپنے لئے ملامت کے شعلے گھات میں پائے گا کہ ابھی تک نہیں سمجھا کہ یہ فراڈ محض ہے۔

[۹] ● مقاعد، مقعد کی جمع ہے جس کا معنی ہے بیٹھنے کی جگہ۔ اور مقاعد للسّمع کا معنی ہے سُننے کیلئے بیٹھنے کی جگہیں۔ اس سے علماءِ روایات نے یہ مفہوم لیا ہے کہ آسمانوں میں عوام کی قسمت کے فیصلے کرنے کا کوئی خاص مقام ہے۔ اور اُسکے اِرد گرد جنّوں کے بیٹھنے کی جگہیں بنا دیگئی ہیں، جہاں وہ جا کر بیٹھ رہتے ہیں اور عوام کی قسمت کے جو فیصلے ہوتے ہیں اُنہیں اُچک کر لے آتے اور نجومیوں کو بتا دیتے ہیں۔ اور اِس طرح نجومی لوگ عوام کو قسمتوں کا حال بتاتے ہیں۔ جیسے کہ :-

تفسیر ثنائی بحوالہ ابن کثیر | ● محترم محمد داؤد راز کی مرتبہ تفسیر ثنائی کے صفحہ ۵۳۵ کے حاشیہ پر بحوالہ تفسیر ابن کثیر درج ہے کہ :- حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ شیاطین پہلے آسمانوں پر جا کر بیٹھتے تھے۔ اور وحی سُن لیتے تھے۔ اُسوقت اُن پر تارے نہیں ٹوٹتے تھے۔ یہ وہاں کی وحی سُنکر زمین پر آ کر ایک ایک کی دس دس کر کے کاہنوں (نجومیوں) کے کانوں میں پھونکتے تھے۔ جب حضورؐ کو نبوت ملی پھر شیطان کا آسمان پہ جانا موقوف ہوا۔ اب یہ جاتے ہیں تو اُن پر آگ کے شعلے پھینکے جاتے ہیں۔ اور انہیں جلا دیا جاتا ہے۔ یہ ہے روائتی تفسیر کہ پہلے شیطانوں کو آسمان پر جانے کی عام اجازت تھی مگر اب موقوف کر دیگئی ہے۔

[۹] ● فمن یستمع الاٰن یجد لہٗ شہابًا رّصدًا اسے روائتی مفہوم یہ لیا گیا ہے کہ شیطان آسمان کی باتیں سُنا کرتے تھے پھر جو کوئی اب سُنتا ہے اُس پر آگ کے شعلے گرائے جاتے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ الاٰن کی کیا تخصیص ہے۔ اگر اب آگ کے شعلے گرائے جانا ٹھیک ہے تو اس کی خلا نوردوں پر کیوں نہیں گرائے گئے۔ اور جب اُن پر نہیں گرائے گئے تو کیا انھوں نے ملاءِ اعلٰی کی باتیں سُنی ہیں؟

● برادرانِ عزیز! شہاب فضائی ہوں یا کرہ جاتی؛ انکا سلسلہ ابتدائے آفرینش سے لیکر آجتک مسلسل جاری ہے۔ فضائی شہاب؛ شعلے جو گیسوں کی باہمی رگڑ سے پیدا ہوتے ہیں، روائتی حضرات نے کبھی غور نہیں کیا انکی شعلہ زنی موسم برسات میں کیوں بڑھ جاتی ہے؟ اور خشک موسموں میں کیوں ناپید ہو جاتے ہیں، کیا مرطوب موسم میں شیطانوں کے فضائی سفر کی مہم شدّت اختیار کر جاتی ہے اور خشک موسموں میں کیا وہ لمبی تان کر سو جاتے ہیں؟

• سورہ جن کے علاوہ اسی عنوان کو سورہ حجر اور سورہ صٰفّٰت میں بھی بالفاظ ذیل بیان کیا گیا ہے:-

سورہ حجر

• وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ ۝ وَحَفِظْنَاهَا مِن كُلِّ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ ۝ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُّبِينٌ ۝ 15/18:16 = اور بلاشبہ ہم نے آسمان میں ستارے پیدا کئے ہیں۔ اور ہم نے انہیں دیکھنے والوں کیلئے (درخشندہ بنا کر) زینت دیدی ہے۔ اور ہمنے انہیں ستاروں کیطرف منسوب کر کے لوگوں کی قسمتیں بتانے والے) لعنت کئے گئے ہر شیطان کی دسترس سے محفوظ کر دیا ہے۔ مگر جس شیطان نے کوئی بات چوری کی (یعنی کوئی پیشگوئی کی) تو طعن و ملامت کا ظاہر شعلہ اسکے پیچھے لگ گیا (جب وہ پیشگوئی جھوٹی ثابت ہو گئی)۔

• بُرُوجًا کا متبادل لفظ الکواکب سورہ صٰفّٰت میں آیا ہے جو آگے آ رہا ہے۔ اسی قرآنی لغت کے مطابق بُرُوج کا معنی لکھا گیا ستارے۔

• مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ کے متبادل الفاظ سورہ صٰفّٰت میں آئے ہیں مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ یعنی جس نے کوئی بات اچک لی۔ یہ دونوں قسم کے الفاظ بطور محاورہ آئے ہیں۔ کیونکہ جب 15/18 + 37/7 کے مطابق ستاروں کو شیطانوں کی دسترس سے محفوظ کر دیا گیا ہے تو صاف ظاہر ہے کہ نہ تو کوئی شیطان ستاروں تک پہنچ سکتا ہے اور نہ بقول حاشیہ تفسیر ثنائی آسمان کی باتیں اچک کر جھپٹ کر لا سکتا اور نجومیوں کو بتا سکتا ہے۔ بلکہ یہ نجومی شیطان اپنے ذہن سے تراش تراش کر اور ستاروں کیطرف محض منسوب کر کے پیشگوئیاں کرتے رہتے ہیں۔ مگر چونکہ ۹۹ فیصد پیشگوئیاں غلط ثابت ہوتی ہیں۔ اسلئے عوام کی لعنت و ملامت کا شِهَابٌ مُّبِينٌ انکے پیچھے لگ جاتا ہے۔ (ایک فیصد پیشگوئی جو کبھی کبھار سچی نکل آتی ہے وہ محض اتفاقیہ امر ہوتا ہے۔)

• مگر غرض یہ ہے کہ آیتِ بالا میں ستاروں کو بُرُوج کہا گیا ہے۔ 37/7 میں جو آگے آ رہی ہے بُرُوج کا متبادل لفظ کواکب آیا ہے۔ جس سے دوپہر کے سورج کیطرح ثابت ہے کہ بُرُوج سے مراد ستارے ہیں، لیکن مزیداری یہ ہے کہ نجومیوں نے آسمان میں ستاروں سے الگ ذیل کے بارہ بُرج اپنے ذہن سے تراش رکھے ہیں:- حمل (۱)، ثور (۲)، جوزا (۳)۔ سرطان (۴)۔ اسد (۵)۔ سنبلہ (۶)۔ میزان (۷)۔ عقرب (۸)۔ قوس (۹)۔ جدی (۱۰)۔ دلو (۱۱)۔ حوت (۱۲)۔ ان خود تراشیدہ بُرجوں میں لوگوں کی نام نہاد قسمتوں کے ستاروں کا مقام بتاتے ہیں کہ تیری قسمت کا ستارہ چونکہ آجکل عقرب، بچھو نامی بُرج میں ہے اسلئے تجھے پے در پے تکالیف کا سامنا کرنا ہوگا۔ اور فلاں کی قسمت کا ستارہ چونکہ میزان، ترازو نامی بُرج میں ہے اسلئے ان دنوں اسکی زندگی کا توازن برقرار رہیگا۔ وغیرہ وغیرہ۔ خدا تعالیٰ نے بُرُوج کا متبادل لفظ کواکب لا کر اعلان کر رکھا ہے کہ ستاروں سے الگ بُرج نامی کوئی چیز آسمانوں میں موجود نہیں۔ لیکن اِدھر عوام کی جیبوں پر ڈاکے ڈالنے کیلئے ستاروں سے الگ بارہ بُرج تراش لئے گئے ہیں۔ العیاذُ باللہ!

سورہ مُلک

• سورہ مُلک میں سورہ حجر والے عنوان کو بالفاظ ذیل نازل کیا گیا ہے:-

• وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِّلشَّيَاطِينِ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ ۝ 67/5

اور بلاشبہ ہمنے قریب کے آسمان کو چراغوں (روشن ستاروں) کیساتھ مزین کر دیا ہے اور ہمنے انہیں شیطان (نجومیوں) کیلئے طعن و ملامت کے پتھراؤ کا سامان بنا دیا ہے۔ اور ہمنے انکے لئے جلن کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (وہ پیشگوئیاں کرتے اور موردِ طعن بنتے رہتے ہیں)۔

سورہ الصّٰفّٰت

• سورہ الصّٰفّٰت میں سورہ حجر والے ہی عنوان کو بالفاظ ذیل نازل فرمایا ہے:-

• إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ ۝ وَحِفْظًا مِّن كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ ۝ لَا يَسَّمَّعُونَ إِلَى

الْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ وَيُقْذَفُونَ مِن كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُورًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ ۝ إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝ ۳۷/۶ تا ۱۰

(مفہوم) بیشک ہم نے قریبی آسمان کو ستاروں کی زینت کیساتھ مزین کیا اور اُسے ہر شیطان مردود (کی دسترس) سے محفوظ کر دیا ہے۔ وہ (شیطان) اعلیٰ سرداروں (کے مشوروں) کو نہیں سُن سکتے کیونکہ وہ شیطان ہر (چہار) جانب سے ردّ کئے گئے، نفرتیں برسائے گئے ہیں۔ اور اُن کیلئے ہمیشہ کا عذاب ہے۔ سوائے اسکے کہ (جو شیطان نجومی) اعلیٰ سرداروں کے متعلق پیشگوئی کے طور پر کوئی بات تراش لے تو پھر چھید دینے والا شعلہ اُسکے پیچھے لگ جاتا ہے۔

● مَلَإِ الْأَعْلَىٰ کا جو روائتی تراجم و تفاسیر میں معنی لیا گیا ہے عالم بالا۔ اور اس سے مُراد دربارِ خداوندی لیا جاتا ہے جس سے اُسکے مَلَإِ الْأَعْلَىٰ یعنی اللہ کے وزیروں اور مشیروں کا تصوّر پیدا ہوتا ہے، مطلقاً غلط ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی دربار کہیں آسمانوں پر منعقد نہیں ہوتا۔ جہاں وہ اپنے مَلَأ، سرداروں سے مشورے کر کے فیصلے کرتا ہو۔ قرآن مجید میں مَلَأ کا لفظ متعدد مقامات پر سربراہِ حکومت کے درباری سرداروں کیلئے آیا ہے۔ ۲۷/۲۹ میں ہے:۔ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ = ملکۂ سبا نے کہا، اے میرے دربار یو میری کابینہ کے سردارو۔ ۲۷/۳۸ میں ہے:۔ قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ = حضرت سلیمان نے فرمایا، اے میری مجلسِ مشاورت کے ممبرو!

● تو اسطرح روزِ روشن کیطرح عیاں ہے، جبکہ نہ اللہ تعالیٰ کا کوئی دربار ہے جس میں وہ اپنے درباریوں سے مشورے کرتا ہے اور نہ اُسکی کوئی مجلس مشاورت ہے، وہ تو واحد حاکم ہے نہ اُسکا کوئی اسسٹنٹ ہے نہ مشیر نہ کابینہ تو مَلَإِ الْأَعْلَىٰ کا عالم بالا معنی لینا اور اُس سے اِس تصوّر کو جنم دینا کسطرح صحیح ہو سکتا ہے کہ شیطان عالم بالا میں پہنچ جاتے ہیں اور وہاں کی باتیں سُننے کے ٹھکانوں پر بیٹھ بھی جاتے ہیں یا بیٹھ جاتے تھے۔ افسوس ہے کہ جنوں کا وجود ثابت کرنیوالوں نے آسمان پر کہیں اللہ تعالیٰ کا دربار لگا رکھا ہے جس میں اُس کے مَلَإِ الْأَعْلَىٰ اعلیٰ درباری بھی ہیں۔ جو آپس میں جھگڑتے بھی ہیں ۳۸/۶۹ (آگے آرہا ہے)

● يُقْذَفُونَ مِن كُلِّ جَانِبٍ دُحُورًا میں نجومی شیطانوں کی حالت بیان کیگئی ہے کہ اُنکی جھوٹی پیشگوئیوں کی بدولت اُن پر ہر چہار طرف سے طعن و ملامت کے شعلے برسائے جاتے ہیں۔ یہی تو ہیں جنہوں نے بار بار پیشگوئی کی تھی کہ گاندھی جی مسلمان ہو جائیں گے، نہرو مسلمان ہو جائیگا، ملکہ وکٹوریہ مسلمان ہو جائیگی۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ لوگ روشن خیال سرداروں کے ہاں سے باندازِ مخصوص دفع دُور کر دیئے گئے ہیں (دُحُورًا) اِنکا ٹھکانہ بڑے بڑے شہروں کے فٹ پاتھ ہیں۔ جہاں یہ سارا دن بیٹھے رہتے ہیں اور سادہ لوح راہگیروں کو اُن کی قسمت کا حال بتانے کے فراڈ کے ذریعہ لُوٹتے رہتے ہیں۔

● إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ کا معنی روائتی تراجم میں ہے:۔ ● "مگر جو اُچک لے جائے" (مولوی احمد علیؒ لاہوری)
● "مگر جو کوئی اُچک لے گیا ہے" (شاہ رفیع الدینؒ) ● "مگر جو شیطان کچھ خبر لے ہی بھاگے" (شاہ اشرف علیؒ صاحب)

دیکھا آپنے! کہ:۔ ● پہلے تو خدا تعالیٰ کے دربار اور اُسکی کابینہ یا مجلسِ مشاورت کا تصوّر پیدا کیا۔ پھر شیطانوں کی چھینا جھپٹی پیش کر دی ہے کہ شیطان گھات میں بیٹھے رہتے یا دربارِ خداوندی کی خبروں کو اُچک کر لے جاتے ہیں۔ یعنی جھپٹا مارتے اور اپنی خبریں لے بھاگتے ہیں (شاہ اشرف علی) إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ کا جو مفہوم اُوپر لکھا گیا ہے صحیح ہے کہ نجومی جب اِن اُمراء و وزراء کے متعلق جب پیشگوئی کے طور کوئی بات خود تراش لیتے ہیں تو ایک نمایاں روشن شعلہ اُنکے پیچھے لگ جاتا ہے۔ مُلک گیر اندازِ

سے اُن پر چاروں طرف سے لعنت و ملامت کی بوچھاڑ شروع ہو جاتی ہے۔

● شِہابٌ ثَاقِبٌ کے مخصوص معنے ہیں مَلَأ الْاَعْلٰی کے متعلق پیشگوئیاں تراشنے کی سزا بتائے گئے ہیں۔ سورہ حجر میں شِہابٌ مُّبِینٌ یعنی نمایاں شعلے کے الفاظ آئے ہیں۔ یہ لوگ عوام کیساتھ فراڈ کرکے اُن سے جو مال بٹورتے ہیں اُسکے بدلے اِن پر اُن افراد کیطرف سے لعنت برسائی جاتی ہے جنہیں لوٹا جاتا ہے۔ مگر جب وہ کسی مَلَأ الْاَعْلٰی میں سے کسی بڑے سردار کے متعلق پیشگوئی تراشتے ہیں تو شہابِ ثاقب یعنی لعنت و ملامت کا چھید دینے والا شعلہ اُن کے پیچھے لگ جاتا ہے۔ ثَقب کا معنی ہے چھید، ثاقب کا معنی ہے چھیدنے والا۔ اور اَلْمِثْقَب چھید کرنیوالے برمے کو کہتے ہیں۔

مَلَأ الْاَعْلٰی یعنی مجلس مشاورت کے سردار

● سورہ ص میں آیا ہے۔ قیامت کو بڑے بڑے سرداروں سمیت اہلِ نار جہنم میں جھگڑتے ہونگے۔ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ۝ $\frac{38}{64}$ بیشک اہلِ نار کا مذکورہ بالا جھگڑا حق ہے۔ اور اس سے آگے آنحضورؐ سے اعلان کرادیا گیا ہے:۔ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝ $\frac{38}{69}$ (کہدیجئے کہ) مجھے اعلیٰ سرداروں کا کوئی علم نہیں جب وہ (جہنم میں) جھگڑینگے۔ پس مَلَأ الْاَعْلٰی سے مُراد دُنیوی سربراہی سرداروں کے وزیر و مشیر ہیں، نہ اللہ کا کوئی دربار ہے نہ اُسکے کوئی درباری وزیر و مشیر ہیں۔

حاصل کلام

● سورہ جن، حجر، ملک اور صافات کی مذکورہ بالا آیات مجیدہ میں شیطانوں سے نجومی مُراد ہیں۔ اور ان میں رد کیا گیا ہے زمانۂ جہالت کے اُس عقیدے کا، جس میں ہر شخص کی قسمت کا ایک الگ ستارہ بتاکر تصور دیا گیا ہے کہ وہ الگ الگ بُرجوں میں آنے کے مطابق ساکن ہو تو فراخی ہوتی ہے۔ گردش میں ہو تو تکلیفیں آتی ہیں۔ چنانچہ تنگی فراخی، صحت بیماری، شادی غمی اور روزگار بیروزگاری وغیرہ قسمت کے اُنہی موہومہ الگ الگ ستاروں کیطرف منسوب کی جاتی ہے اور موہومہ غیبی حالات بتانیوالے نجومی جگہ جگہ فٹ پاتھوں پر بیٹھے ہوتے ہیں اور جاہل عوام اُن کے ٹھکانوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔ سورہ جن میں مذکور دیہاتیوں نے قوم سے کہا کہ نزولِ قرآن سے پہلے تو یہ فراڈ چل سکتے تھے۔ اب قرآن نے بتادیا ہے کہ قسمت کا موہومہ چکر مطلقاً غلط ہے۔ $\frac{2}{29}$ کے مطابق زمین کی ہر نعمت پوری نوعِ انسانی کا پیدائشی حق ہے۔ اور ایسے متوازن نظام کو بروئے کار لانا خلیفۃ الارض کا فرض ہے $\frac{2}{30}$۔

● تو اسطرح الگ الگ قسمت و تقدیر اور ہر کسی کی قسمت کو ستاروں کیساتھ وابستہ کرنا مطلقاً بے بُنیاد ہے۔ بس یہ دیہاتی جنوں (دیہاتیوں) نے کہا کہ ہمنے قرآن کریم کی روشنی میں آسمان کی حقیقت کو جان لیا ہے کہ وہ خدائی چوکیداروں (فضائی قوتوں) اور شعلوں سے بھرا ہوا ہے۔ قرآن سُننے سے پہلے تو ہم نجومیوں کے ٹھکانوں پر بیٹھ جاتے اور اُنکی باتیں سُنتے تھے۔ مگر اب جب کوئی ایسا کریگا تو طعن و ملامت کا شعلہ اُسکی گھات میں ہوگا $\frac{72}{9}$۔ کہ قرآن سُننے کے بعد تو اتنا بھی نہیں سمجھ سکا کہ اُنکا غیب کی باتیں بتانا فراڈ محض ہے۔ اور خود نجومی شیطانوں کے پیچھے تو شِہابٌ مُّبِینٌ $\frac{15}{18}$ شِہابٌ ثَاقِبٌ $\frac{37}{10}$ طعن و ملامت کا نمایاں شعلہ اور چھید دینے والا شعلہ ہر آن لگا ہوا ہے۔

● مسئلہ جن کے متعلق اہلِ اسلام کا عظیم المیہ یہ ہے کہ آگ کی مخلوق کو غیر مرئی قرار دیدیا گیا ہے جبکہ مٹی کی مخلوق غیر مرئی نہیں۔ پھر غیر مرئی جنوں کا وجود ثابت کرنے کیلئے خدا تعالیٰ کا دربار بناکر اس میں اُسکے مَلَأ درباری وزیر مشیر متعین کردیئے ہیں جو جھگڑتے رہتے ہیں۔ $\frac{38}{69}$ العیاذ باللہ۔ پھر جنوں کی خوراک بتائی گئی ہے لید، گوبر، ہڈیاں اور کوئلے۔ حالانکہ قرآن کہتا ہے وہ بھی ہر قسم کے پھل اور اناج کھاتے ہیں $\frac{55}{10 \text{ تا } 12}$ وہ کوئی غیر مرئی مخلوق نہیں۔ آتشی مخلوق جو اپنے آتشی دور میں انسانوں سے پہلے پیدا کیگئی تھی $\frac{15}{27}$، وہ اپنے دور سمیت ختم ہو چکی ہوئی ہے۔

● مسئلہ جن اہلِ بصیرت کیلئے آیاتِ قرآنیہ اور مشاہداتِ عالم کی مدد سے انتہائی اختصار کیساتھ بیان کردیا گیا ہے۔ ہمارا فرض بتانا ہے منوانا نہیں۔ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ +